اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

# ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک


جلد نمبر : ——— ۲۴
شمارہ : ——— ۳
ربیع الاول ربیع الثانی ——— ۱۴۰۹ھ
دسمبر : ——— ۱۹۸۸



بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر:
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدیر:
مولانا عبدالقیوم حقانی ○ ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۳۳۰ / ۳۴۱ / ۳۳۵
کوڈ نمبر: ۵۲۳۱۰


## اس شمارے کے مضامین




بدل اشتراک : پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے - فی پرچہ ۵ روپے - بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ - بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

# نقشِ آغاز

## ملکی تاریخ کا نازک ترین مرحلہ

### نئی قیادت، ذمہ داریاں اور فرائض

انتخابات ۸۸ء کا دور بھی اپنی ساری ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح گزر گیا۔ تاریخی ترتیب کے لحاظ سے یہ چوتھے انتخابات ہیں جن میں عوام کو بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہِ راست اپنے نمائندے منتخب کرنے کا موقعہ ملا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے پہلے انتخابات نے ملک کو شکست وریخت اور شرمناک ہزیمت سے دوچار کر دیا اور قوم کی عزتِ نفس کو بری طرح مجروح کیا۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات نے عوام کو آزادانہ فیصلے کے حق سے محروم کر کے اپنا جعلی فیصلہ مسلط کرنا چاہا اور تحریک نظامِ مصطفیٰ کی صورت میں ایک ایسا طوفانی ردعمل ابھارا جس نے فراڈ اور دھوکہ پر مبنی انتخابی نتائج کو آمریت کے منہ پر دے مارا اور آمرِ مطلق کو اقتدار کی مضبوط کرسی سے اٹھا کر پھانسی کی کوٹھڑی میں پہنچا دیا۔ فروری ۸۵ء میں منعقد ہونے والے انتخابات کو مارچ ۷۷ء کے ناتمام اور غیر موثر انتخابات کی جزوی تکمیل قرار دیا جا سکتا ہے۔

اور اب بحمد اللہ ملک میں جمہوری اداروں کی تشکیل، منتخب حکومت کو اقتدار کی منتقلی اور سیاسی قیادت کے فقدان کے پیشِ نظر ملک کو درپیش بحران سے نکالنے کے لئے بالآخر ۱۶ اور ۱۹ نومبر کو عام انتخابات کے انعقاد کا مرحلہ بھی امن اور سلامتی کے ساتھ طے ہو گیا۔ حکومت بجا طور پر ان پُر امن، آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات پر فخر کر سکتی ہے جو التواء کی افواہوں، بعض عناصر کی طرف سے بائیکاٹ کی دھمکیوں، زیر زمین تخریبی سرگرمیوں، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کی منفی پروپیگنڈہ مہم، اور مختلف نوعیت کے شکوک و شبہات کی دھند میں اس مہارت اور خوب صورتی سے منعقد کئے گئے کہ پوری دنیا ششدر رہ گئی اور اب قومی و بین الاقوامی سطح پر ہر طرف سے داد و تحسین کا سلسلہ جاری ہے۔

○ تاہم اس موقع پر سیاسی جماعتوں کے راہنما، نئے منتخب ہونے والے قائدین، قومی اور ملی اور سیاسی عمائدین ذرا یہ بھی سوچنے کی زحمت گوارا کرتے کہ انتخابی بحران کے ان ایام میں سیاسی امیدواروں اور کارکنوں نے

کس قدر بے دردی اور بے فکری سے شرافت، دیانت اور اسلامی و اخلاقی اقدار کو حد درجہ ناخداترسانہ جسارت
کے ساتھ پاؤں تلے روندا۔ جھوٹ، بے بنیاد الزامات، ناپاک بہتان تراشیاں، حریفوں کی تذلیل کی ناپاک کوششیں،
استہزاء و تمسخر، غیبت و بدگوئی، گالی گلوچ، اور پر فریب پروپیگنڈے، غرض فتنہ و فساد کا وہ کونسا پہلو ہے جسے اختیار
کیا گیا ہو بعض جگہ تو سادہ لوح اور جاہل عوام کے جذبات سے کھیل کر ان کے مقتداؤں اور دینی رہنماؤں کی پگڑیاں
۔۔۔ اچھالنے کو کارِ ثواب سمجھا گیا۔ لاکھوں کی رشوتیں چلیں، ضمیر، ایمان اور انسان کی خرید و فروخت ہوتی رہی۔ جن
لوگوں نے کبھی خدا کی راہ میں ایک پیسہ تک نہ دیا اور نہ کبھی روز غریبوں اور مسکینوں کے کام آئے انتخابات میں روپے
کے سیلاب اور دریا دلی کا وہ نمونہ پیش کیا کہ حاتم کی روح بھی شرما گئی۔ پیار، محبت، لالچ، دھونس اور دھمکی کے
وہ جہاں ظلم اور جبر کے بغیر کام بنتا نظر نہ آیا وہاں اس حربہ سے بھی نہ چوکا گیا۔ بعض حلقوں میں تو الیکشن اور
انتخابات کے عنوان سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بدتمیزی، خدا فراموشی اور معصیت کوشی کا ایک سیلاب امڈ آیا ہو
شرافت اور اخلاق کے خلاف بغاوت کی ایک آندھی تھی جو "ظلمات بعضها فوق بعض" کا منظر پیش کر رہی تھی
حکومت بھی اپنے بنائے ہوئے بعض ضابطوں اور اصولوں پر عمل درآمد کرانے میں ناکام رہی۔ انتخابی اخراجات کے لئے
مقررکردہ حدیں بری طرح پامال ہوئیں بعض نشستوں پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے اور مقابلہ افراد کی صلاحیتوں کا
اور سرمایہ کا زیادہ ہوا اور سیاست گویا جنسِ تجارت بن کر رہ گئی۔

امیدواروں کی اہلیت سے متعلق شرائط کا کوئی اہتمام نہ ہو سکا اور اس سلسلہ میں کھلی چھوٹ دے کر پرانی
۔۔۔ واپس پہنچا دیا گیا اور اب الیکشن کا ہنگامہ اگرچہ ختم ہو چکا لیکن ملکی باشندوں خصوصاً ہمارے نوجوانوں کے
دلوں پر اس نے جو مستقل اثرات چھوڑے ہیں اور قومی و ملی سیاست کی راہ میں حسب ضرورت دین و اخلاق کی
۔۔۔ کے میکیاولی اصول کو جو مسلمہ پالیسی کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کے دردمندوں اور
۔۔۔ و اخلاق کی قدر و قیمت پہچاننے والوں کے لئے یہ وقت کا نہایت اہم اور قابل غور مسئلہ ہے ــــ کاش! کامیاب ہونے
۔۔۔ سیاسی جماعتیں، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر اور مذہبی و دینی جماعتوں کے عمائدین اور نئی تشکیل پانے
۔۔۔ حکومت کو یہ سوچنے کا موقع بھی مل جائے کہ جتنی کوششیں انتخابات کے انعقاد پھر اس کی کنویسنگ اور
۔۔۔ میں کی گئی ہیں اگر ملکی سالمیت، قومی استحکام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ان
۔۔۔ بیماریوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے اتنی ہی کوششوں اور ایفائے عہد کا عزم بالجزم کر لیا جائے تو شاید کفارہ
۔۔۔ کی صورت اور عنداللہ مسئولیت کا ایک معقول عذر بن سکے۔

(۲) اس انتخابی مہم میں دوسری جو تکلیف دہ چیز اس دور میں سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آئی ہے
۔۔۔ نتائج کے لحاظ سے ملک اور قوم کے لئے حد درجہ مضحکہ خیز اور تباہ کن ہے وہ قول و عمل کے تضاد اور

اور نفاق کی حیرت انگیز مثالیں ہیں۔ ایسے لوگ جو قطعی طور پر دین سے بے بہرہ ہیں دینی احکام کے کھلے باغی اور پس پرائیویٹ مجالس میں دینی شعائر کا مذاق اڑانے والے ہیں وہ عملاً خود کو تحفظ دینے کے لئے دین اسلام سے محبت اور غریبوں سے ہمدردی کا رونا روتے رہے اور اس سلسلہ میں ہر ممکن تدبیر و تنز ویر اختیار کرتے رہے۔ ملکی دفاع، سالمیت اور استحکام کے گیت گاتے رہے مگر عملاً مظلوم اسلام کے تحفظ اور ملکی سالمیت پر یقین تو کیا؟ سوشلزم کی علمبرداری، مارکس سے وفاداری اور دین اسلام کی پاسداری کا یہ عالم کہ خود اور اپنی اولاد کو بھی قرآنی اور اسلامی تعلیم سے دور رکھا۔ نظریاتی اور سیاسی وابستگیوں اور اپنے کردار و اعمال سے قرآنی حدود کو توڑتے اور سوشلسٹوں سے تعلق خاطر اور گورباچوف سے عہد وفا کے رشتے جوڑتے رہے۔ ظاہر و باطن اور قول و عمل کا نقشہ کچھ یوں تھا سے

جفا کرتے بھی ہیں عذر جفا لائے بھی جاتے ہیں
سو پیتے بھی جاتے ہیں قسم کھاتے بھی جاتے ہیں
مزہ یہ ہے کہ خود بھی جا رہے ہیں جانبِ مقتل
کسی کو دیئے جاتے ہیں سمجھاتے بھی جاتے ہیں

قومی رہنمائی کے دعوے داروں کی یہ روش ہرگز فلاح و ارتقاء کی روش نہیں بلکہ یہ غلط اور سراسر غلط راستہ ہے۔ کاش! اگر ٹ سے پہلے آنکھیں کھل جائیں کہ وہ تباہی کے کس قدر عمیق و مہیب غار کی طرف رواں دواں ہیں سے

وقت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ انسان بنو
زندہ رہنے کے لئے اب تو مسلمان بنو

○ ۸۸ء کے عام انتخابات اور اس کے نتیجے میں تشکیل پانے والی نئی حکومت جن نازک حالات میں زمامِ اقتدار سنبھال رہی ہے۔ ملک کی تاریخ میں اس سے قبل اس کی نظیر نہیں ملتی۔ روس کے بری، بحری اور فضائی افواج کے سربراہوں کی دہلی میں بھارتی فوجی افسروں سے مشاورت، گورباچوف کا حالیہ دورۂ بھارت، افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی اور انخلائی عمل کا تعطل، مستقبل کے خطرناک مگر غیر مبہم مضمرات ہیں جن کے تیور پڑھ کر مستقبل کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں، اب سوچا یہ جا رہا ہے کہ اگر روس، بھارت اور اسرائیل اور دوسری پاکستان دشمن قوتیں اپنی کسی سازش کو بروئے کار لانا چاہیں تو انہیں اندرون ملک کس کس کی مدد حاصل ہو سکے گی؟ بھارتی را، روسی کے جی بی، افغان خاد، اسرائیلی موساد یا امریکی سی آئی اے اس قسم کے منصوبوں کی تکمیل کے لئے ہزاروں تربیت یافتہ کارکنوں کا وسیع جال پہلے سے ملک میں پھیلا چکے ہیں۔ جن کے رابطے پولیس، دفتر خارجہ، وزارت دفاع، اور دیگر محکموں میں پھیلے ہوتے ہیں۔ قوم کو مجموعی طور پر یہاں بھارت کے راجیو، روس کے گورباچوف

کابل کے نجیب اللہ اور اسرائیل کے شمعون کے چہیتوں کو پہچاننا اور بے نقاب کرنا ہوگا ــــ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ بین الاقوامی سازشوں کی تکمیل میں بنیادی کردار داخلی عناصر ادا کرتے ہیں۔ سقوطِ اندلس ہو یا زوالِ بغداد، خلافت عثمانیہ کی تباہی ہو یا مغلیہ سلطنت کا خاتمہ، سراج الدولہ کی شکست ہو یا ٹیپو سلطان کی ناکامی، سقوط مشرقی پاکستان ہو یا افغانستان میں روسی فوجوں کی آمد ان میں کونسا واقعہ ہے جس میں بیرونی طاقتوں نے اپنے زرخرید مقامی ایجنٹوں کی مدد کے بغیر کوئی سازش مکمل کی ہو۔ اگر اپنے غداری نہ کرتے تو آزادیِ فلسطین کا پختہ عزم رکھنے اور تیل کی دھار کو تلوار کی دھار سے زیادہ کاٹ دار ثابت کرنے والے فیصل کو امریکی اور اسرائیلی یہودی کس طرح اپنا نشانہ بناتے اور اتحادِ ملتِ اسلامیہ کے نقیب، دشمنانِ پاکستان و ارضِ فلسطین و افغانستان کے سب سے بڑے حریف اور روس جیسی سپر طاقت کو شکست سے دوچار کر دینے والے جہادِ افغانستان کے زبردست حامی اور وکیل صدر جنرل ضیاء الحق اور مجاہدین افغانستان کو فتح کی منزل سے ہمکنار کرنے والی پاک فوج کے منتخب معاونین کی پوری ٹیم کو بہاولپور میں کیمیاوی گیس کے ذریعہ تاراج نہ کیا جاتا۔

انتخابات کا مرحلہ آیا تو بین الاقوامی پریس (جس پر یہودی لابی کا تسلط ہے) اور تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، امامیہ کونسل، مرزائی، آغا خانی اور لادین قوتیں سب کی سب ایک پارٹی کے گرد اس طرح گھومنے لگیں جس طرح سائیکل کے پہیہ میں ایکسل کی ساری تیلیاں اس سے جڑی ہوئی ہیں اور پہیہ اس کے سہارے گھومتا رہتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان دشمن قوتوں کے مسلط کردہ ایک فاشسٹ گروہ کے غلبہ اور اس کی اکثریت سے کامیابی کی راہ ہموار ہو گئی ہے۔

نئی سیاسی قیادت خواہ وہ حزبِ اقتدار میں ہو یا حزبِ اختلاف میں، سیاسی جماعتوں کے قائدین ہوں یا عام ورکر، قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ممبر ہوں یا صوبائی حکومتیں اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر، دینی جماعتوں کے رہنما ہوں یا عام مذہبی تنظیموں کے سربراہ، سب کو ملک اور اس کے گرد و پیش کے حالات پر گہری نظر رکھنی چاہئے اور اگر توفیق ایزدی شاملِ حال ہو تو اربابِ بصیرت برصغیر کی موجودہ سیاسی صورتِ حال کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ملکی سالمیت کے تحفظ اور نفاذِ شریعت کے کام کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔

○ قومی زندگی کے اس نازک مرحلے پر مملکت پاکستان، ملکی سرحدات اور بین الاقوامی سازشوں کے کچھ واضح خاکے اربابِ بست و کشاد اور سیاسی قائدین کے سامنے رکھ دیتے جاتے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں مشتبہ قوتوں کی تلاش و نگرانی، مجرموں کی نشاندہی، قاتلوں کی نقاب دری، اور ان کی مضبوط گرفت و تعزیر کا اہتمام کیا جا سکے تاکہ ملک کو ماضی کے کسی بھی سانحے کے مقابلہ میں مستقبل کے سب سے بڑے اور تباہ کن سانحہ سے محفوظ رکھا جا سکے۔

۱۔ روس اپنے ماضی کے فتوحات، غلبہ اور سپر قوت ہونے کے باوجود جہادِ افغانستان میں پاکستان کے برحق

مؤقف اور جرأت مندانہ کردار سے پوری دنیا میں بری طرح ذلیل اور رسوا ہوا اور سپر طاقت ہونے کی حیثیت سے اس کا وقار اور ساکھ تباہ ہوئی۔ اور اب وہ زخم چاٹتا ہوا شدید احساس شکست کے ساتھ افغانستان سے رخصت ہو رہا ہے۔

۲۔ اسرائیل اور شمعون کی سرپرستی و قیادت میں کام کرنے والی امریکی اور یہودی لابی جو پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی رو کنے، اقتصادی امداد بند کرانے، کہوٹہ پلانٹ معائنہ کے لئے کھلوانے بلکہ اسے تباہ کرنے کی مسلسل سازشیں کرتی رہی اور کر رہی ہے اس کی ایجنٹ قوتیں ماسکو اور دہلی کے سرمایہ سے ملک میں انتخابی مہم چلاتی رہیں اور اب ایوانِ اقتدار میں اپنے ولی نعمت کی پالیسیوں کی تکمیل کے لئے جال ہمہ رنگ زمین بچھانے میں مصروف ہیں۔

۳۔ بھارت جو گذشتہ گیارہ سال تک دانت پیستا اور اپنے جارحانہ عزائم خاک میں ملتے دیکھتا رہا۔ جو پاکستان کے مقابلے میں دس گنا بڑا ملک ہونے کے باوجود بین الاقوامی سطح پر اس کے سامنے بونا بچہ نظر آنے لگا اور پاکستانی قیادت کے سامنے راجیو جی کی حیثیت بالکل بر خوردار انہ ہو کر رہ گئی تھی۔

۴۔ پنجاب کا حالیہ سیلاب موسمی حالات کا نہیں بھارت کی سازش کا نتیجہ تھا۔ بھارت پاکستان پر راجستھان کی طرف سے حملے کی تیاریاں کر رہا ہے اور جدید ترین اسلحہ کے ساتھ اپنی افواج کو پاکستان کی سرحدوں پر جمع کر رہا ہے بھارتی ماہرین نے ہمالیہ گلیشیر کو پگھلا کر اس موقع پر پنجاب کو غرق آب کرنے کی ریہرسل کی ہے اور اصل منصوبہ یہ ہے کہ جب سندھ پر راجستھان کی جانب سے حملہ کیا جائے تو ایک بار پھر اس سے زیادہ بڑے پیمانے پر پنجاب کو سیلاب کی آفت میں مبتلا کر دیا جائے تاکہ پنجاب سے افواج کی نقل و حرکت ممکن نہ رہے۔

۵۔ پاکستان کی وہ لادین، اشتراکی، سوشلسٹ اور فاشسٹ قوتیں جو اس ملک کی نظریاتی اساس کو تبدیل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتی رہیں جو علماء حق کی تحریک نفاذ شریعت، پارلیمنٹ میں شریعت بل کے منظور کرانے کی مساعی، اسلامی احکام و قوانین کو آئینی تحفظ دلانے کی کوششیں اور ان کی نظریاتی اور فکری تبادت سے سخت پریشان تھیں اور ان کا راستہ روکنے بلکہ ان سے نجات پانے کی مسلسل جدوجہد کرتی رہیں حالیہ انتخابات میں ایک مضبوط اور موثر قوت بن کر ابھری ہیں اور تاہنوز ان کے عزائم میں سر مو فرق بھی ظاہر نہ ہو سکا۔

۶۔ وہ تمام مذہبی اقلیتیں جو نفاذ شریعت، غلبہ دین، اخلاق اور شرافت، خالص اسلامی نظام اور دین پسند قوتوں کی بالادستی نہیں چاہتیں، مسلسل بر سر اقتدار آنے کی راہیں تلاش کرتی رہی ہیں۔ مرزائیوں اور آغا خانیوں نے تو پاکستان کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کے ٹکٹ لے کر دبے پاؤں ایوانِ اقتدار کی طرف بڑھنے کی بھرپور کوششوں میں کوئی دقیقہ بھی فرو گذاشت نہیں ہونے دیا۔

۷۔ سندھ، سرحد اور بلوچستان میں وہ علیحدگی پسند علاقائی اور لسانی تنظیمیں جو قومی نقطہ نظر سے عاری اور

محدود مفادات کی اسیر ہیں اور مختلف قومی اور علاقائی نعرے لگا کر علیحدہ سیاسی وجود بلکہ بھارت سے الحاق روس کو در آنے کی دعوت، سرخ انقلاب کے ترانے اور اپنے علیحدہ جداگانہ قومی تشخص کو ابھارنے اور وسیع تر قومی اور ملی وجود کو بکھیرنے کی راہ پر گامزن ہیں موجودہ حالات میں ان کی زیرِ زمین سرگرمیوں اور رابطوں و رشتوں سے اغماض، چشم پوشی اور مصلحت کوشی قومی سالمیت اور ملکی مفاد میں ہرگز مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔

۸۔ بعض ناعاقبت اندیش سیاستدانوں کا رویہ اور طریقِ واردات بھی حد درجہ جارحانہ ہے جن کا کل سرمایہ علم وفضل اور اثاثہ شعور و بصیرت محض پرانی رٹی رٹائی باتوں کا دہرانا، علماء اور دینی قوتوں اور اہلِ علم کی پگڑیاں اچھالنا اور دائیں بائیں یا پشت پر کھڑے ہوتے دشمنانِ دین و وطن کی سرگرمیوں سے یکسر غافل رہنا بلکہ ان کی راہ ہموار کرنا ہے۔

۹۔ یہودی لابی کا انتخابات کے دوران اور انتخابات کے بعد تا ہنوز پروپیگنڈہ کا جو کردار سامنے آیا سب جانتے ہیں کہ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ اب کابل کے نجیب اللہ کی طرح یہاں بھی ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو بھارت، روس اور اسرائیل کے مفادات اور یہودیوں کے عزائم کی تکمیل کا ذریعہ بن سکے۔

ایسے حالات میں اگر پارلیمنٹ میں نمائندہ دینی قوتوں، پاکستان کے باشعور شہریوں اور وطنِ عزیز کے اصل محافظوں یعنی جمہور مسلمانوں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں تو پھر وطن دشمن اور غیر ملکی ایجنٹ اپنی سازشوں میں کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ اگر دینی جماعتوں اور ملک کے نظریاتی اساس پر یقین رکھنے والی سیاسی پارٹیوں کے ذمہ داروں نے بیداری، سوجھ بوجھ، باہمی اعتماد واتحاد اور نفاذِ شریعت کے عمل میں اخلاص کا مظاہرہ کیا تو ملک میں تخریب کاری کرنے والی قوتوں پر سرمایہ کاری کرنے والی بیرونی طاقتوں کا سارا کھیل بھی خاک میں مل جائے گا۔

○ اس وقت ملک کی سیاسی قیادت کے سامنے پاکستان کی سالمیت و تحفظ، اس کے بقا اور اس کی نظریاتی اساس کی حفاظت کے پیشِ نظر چھ بنیادی مسائل درپیش ہیں۔

(۱) ملک میں اسلامی قانون کی مکمل بالادستی (ب) بھارت کے جارحانہ عزائم سے اس کا دفاع (ج) بھارت کی بالادستی قبول کرنے سے انکار اور اپنی مساوی حیثیت برقرار رکھنے کی پوری جدوجہد (د) افغانستان کے راستے روسی جارحیت کا مکمل سدباب (ہ) اسرائیل وامریکہ کے یہودیوں کی سازش سے کہوٹہ کی ایٹمی تنصیبات کا تحفظ (و) اور غیر وابستہ خارجی پالیسی۔

جن لوگوں نے پاکستان دشمن قوتوں کی سرپرستی، حمایت، سرمائے، اسلحہ، تنظیم وتربیت نیز تخریب کاری کے بل بوتے پر اپنی انتخابی مہم اور پارٹی سیاست چلائی ہو تو ایسوں کے ایوانِ اقتدار میں پہنچنے کی صورت میں ان سے پاکستان کے دفاع کی توقع عبث ہے۔ ایسے خطرناک ہاتھوں کا باندھنا اور ان کے مذموم مقاصد و عزائم میں

سدِ سکندری بن کر قومی مفادات اور ملکی سالمیت کے تحفظ و بقا کی جنگ لڑنا تمام مسلمانوں کا فرض ہے۔ اسلام کی اساس پر قائم ہونے والی مملکت عزیز کو، قرآن و سنت کی بالادستی اور نفاذ شریعت کے جاری عمل کو، ایٹمی تنصیبات کے وجود کو، افغانستان میں جاری جہاد کو، اور سب سے بڑھ کر بھارت، روس، اسرائیل اور امریکی یہودیوں اور افغان کمیونسٹوں کے گماشتوں کے ہاتھوں اپنی آزادی، اپنی عافیت اور ملکی سالمیت کو پاکستان کی نظریاتی اساس پر یقین رکھنے والے جمہور مسلمان ہی بچا سکتے ہیں۔ خدا کرے کہ حالات کی اس قدر سنگینی اور نزاکت کی اہمیت کا سب کو احساس بھی ہو۔

○ گذشتہ انتخاب کی طرح اس مرتبہ بھی جمعیت علماء اسلام سمیت ملک بھر کی تمام دینی جماعتیں مجموعی طور پر قومی اسمبلی کی ۱۹، ۲۰ نشستوں سے زیادہ حاصل نہ کر سکیں جو ایک مضبوط جمہوری اور اکثریتی قوت بن کر پارلیمنٹ میں اکثریتی جماعت کا کردار نہیں ادا کر سکیں گی ـــــ اس سلسلہ میں بعض ذہنوں میں عجیب و غریب غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں اور بعض حلقوں میں ناامیدی اور مایوسی بھی محسوس کی جا رہی ہے ـــــ ہم اسے تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں ہمدردوں اور اس کے بہی خواہوں اور خود اس ملک پر خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان سمجھتے ہیں کہ مادہ پرستی کے اس دور میں، جب انسانوں کو حرص و ہوس، علاقائی اور نسلی و لسانی تعصبات اور دنیوی اغراض نے بالکل اندھا کر رکھا ہے۔ کچھ لوگ اپنی کوتاہیوں کے باوجود اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے میدان میں نکلے ہیں اور وہ اس مقدس فرض کی بجاآوری کے لئے وقت اور مال اور اپنی جسمانی اور دماغی صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔ حالاں کہ ان کے اپنے بھائی بند ان کی آنکھوں کے سامنے جاہلیت کے نعرے لگانے اور مادی مفادات سمیٹنے میں مصروف ہیں جب اسلامی انقلاب اور غلبۂ دین کا کام کرنے والی دینی قوتوں کا نصب العین وہی ہے جو اسلام کا ہے ان کا طریق کار بھی وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت نے اس کی ترویج کے لئے اختیار کیا ہے۔ تو اس پر وہ جس قدر بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے کہ انہوں نے ایک ایسا مشن اپنے ذمہ لیا ہے جس کے لئے قادر مطلق نے انسانیت کے بہترین افراد کو منتخب فرمایا۔ اس ایک حقیقت کے احساس ہی سے بارگاہ الٰہی میں جبینیں تشکر سے جھک جانی چاہئیں۔ کہ کہاں ہم جیسے عاصی اور گناہ گار بندے اور کہاں یہ عظیم اور مقدس کام ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

○ یہ احساس اپنی جگہ درست اور صحیح ہے مگر یاد رہے کہ غلبۂ اسلام اور نفاذ شریعت کی مہم، متعدد اچھے کاموں میں سے محض ایک اچھا کام، یا اچھے مقاصد میں سے محض ایک مقصد نہیں جیسا کہ عام مسلمانوں نے یہی سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ تو ایک مسلمان کی زندگی کی غایۃ الغایات ہے اور باقی سارے کام اسی ایک کام کے تابع ہیں۔ معاشرتی اور خاندانی روابط، معاشی جد و جہد، سیاسی سرگرمیاں، سیرت سازی اور اخلاقی تربیت کے مختلف پروگرام سب اسی ایک مقصد کے حصول کے ذرائع ہیں۔ یہی ایک محبت اور یہی ایک آرزو موجود مسلمانوں کے دلوں کے

اندر جنون پیدا کر دے۔ مسلمان دنیا کی ساری دلچسپیوں سے بے نیاز ہو کر، سارے مفادات کو ٹھکرا کر اور ساری مخالفتوں اور مخاصمتوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک ہی دھن میں لگے رہیں کہ

| | |
|---|---|
| اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا | بادشاہی خدا ہی کی ہے اس کا ارشاد ہے کہ |
| اِلَّآ اِيَّاهُ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ | اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی ہے سیدھا |
| یوسف - ۴۰ | سچا دین۔ |

یہ نصب العین ہر لحاظ سے بڑا مقدس اور مبارک ہے مگر کام جس جوش اور ولولے، جس یکسوئی اور انہماک، جس اخلاص اور دلسوزی کا متقاضی ہے۔ وہ ابھی تک چند مستثنیات کو چھوڑ کر عام افراد میں پیدا نہیں ہو سکا۔ جو اس کام کی فکر کو دوسرے تمام افکار پر پوری طرح غالب کر دیں۔ کوئی تحریک محض مقدس آرزوؤں اور نیک تمناؤں سے تو آگے نہیں بڑھ سکتی اس کے لئے صبر و ثبات کے ساتھ محنت، خلوص کے ساتھ مالی ایثار اور عزم و ہمت، اور حکمت و دانائی کے ساتھ بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے سب کا یہ فرض ہے کہ وہ دین کے ساتھ اپنا تعلق خاطر زیادہ سے زیادہ بڑھائیں یہ ایک بنیادی فرض ہے جو مسلمان کی حیثیت سے سب پر عائد ہوتا ہے۔ دینی فریضہ محض ووٹ دینے اور پارلیمنٹ میں علماء کو بھیجنے سے ادا نہیں ہوتا یہ ووٹ ڈالنا تو دینی محاذ پر متعدد کاموں اور ذمہ داریوں میں سے محض ایک کام اور ذمہ داری تھی دین کا تقاضا تو اس سے کہیں زیادہ ہے وہ تو ایک مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے

| | |
|---|---|
| قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ | آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری (ساری) |
| وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ | عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت (سب) |
| لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ | جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لئے ہیں کوئی |
| وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ | اس کا شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا |
| (انعام ۱۶۲، ۱۶۳) | ہے اور میں مسلموں میں سے پہلا ہوں |

مقصد یہ ہے کہ انسان حیات مستعار کے جتنے لمحے بھی بسر کرے وہ سارے خدا کے دین کی خدمت اور اس کی چاکری کے لئے وقف ہوں اور موت اس مقدس فرض کی ادائیگی میں آئے۔

اسلامی انقلاب صرف یہ نہیں کہ پارلیمنٹ میں زیادہ سے زیادہ اکثریت حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا جائے بلکہ اسلامی انقلاب درحقیقت نام ہے اس مخلصانہ سعی اور جدوجہد کا، جو اجتماعی زندگی میں عبدیت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ جس طرح پیٹرول کے بغیر گاڑی اپنے تمام آلات اور کل پرزے رکھنے کے باوجود ایک انچ بھی نہیں چل سکتی بالکل اسی طرح اپنی ذات، اپنے خواہشات اور اپنی اپنی حیثیت کی اجتماعی زندگی میں غلبۂ اسلام اور اللہ سے تعلق استوار کرنے کے لئے بغیر نفاذ شریعت کی تحریک ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ

سکے گی۔ جب معاشرہ کا ہر فرد دل کی گہرائیوں میں عبودیت کے گہرے احساسات اور ترویج شریعت کے جذبات پالنا شروع کردے تب وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو بھی اللہ کے ایک مخلص بندے کی حیثیت سے بھرپور طریقہ سے سرانجام دے سکے گا۔ اور قلّتِ تعداد کے باوجود

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ ۲۴۹) — بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں۔

کے قرآنی اور واقعاتی مظاہر اپنے سامنے پائے گا۔ تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں کے کام اور مساعی کا مرکز و محور صرف خدا تعالیٰ اور اس کے رضا کے حصول کی کوشش اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر صادق و مصدوق کا دل و جان سے اتباع ہونا چاہئے کہ یہی کامیابی کی شاہ کلید ہے ؂

عبدالقیوم حقانی

افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ
ضبط و ترتیب: مولانا عبدالقیوم حقانی

# صحبتے با اہل حق

**دعوت و تبلیغ میں تیسیر اور سہولت ملحوظ خاطر رہے**

حقائق السنن کے مسودات لے کر حسب معمول بعد العصر کی مجلس شیخ الحدیثؒ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ ترمذی شریف کے باب ۱۱۱ کی آخری حدیث زیر بحث تھی جسے امام ترمذی نے نقل فرمایا ہے کہ

قال انما بعثتم میسرین و لم تبعثوا معسرین۔ — تم لوگ سہولت دینے والے بناکر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بناکر نہیں بھیجے گئے۔

توحضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعوت و تبلیغ اور اشاعت و غلبۂ اسلام کا ایک بنیادی اور اہم اصول بیان فرمایا ہے کہ ترویج شریعت اور دعوت و تبلیغ میں حکمت و نرمی، ہر لحاظ تیسیر، سہولت اور لینیت اختیار کی جائے۔ دعوت میں، خطاب اور تقریر میں، شدت، سختی اور بات بات پر نکیر و اختلاف اور ضد و ہٹ دھرمی سے ہر ممکن اجتناب کیا جائے ہمارے اساتذہ، ہمارے بزرگوں اور اکابر علماء دیوبند نے دعوت اور تبلیغ کے کام میں ہمیشہ یسر اور نرمی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں جو دین پھیلا اور اس کی اشاعت ہوئی، جگہ جگہ دینی مدارس اور اسلام کے مراکز قائم ہوئے دعوت وارشادات کے حلقے وجود میں آئے اس میں اصل وجہ مشائخ کے اخلاص، اخلاق، نرمی، تواضع، یسر اور محبت و شفقت اور معاملات میں سہل سے سہل راستہ اختیار کرنا تھا۔

**حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی تبلیغ و اصلاح کا دلچسپ واقعہ**

اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

غالباً حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں کسی شخص کو نماز پڑھتے دیکھا کہ اس نے نماز پڑھتے وقت ٹخنے چھپا رکھے تھے۔ توحضرت شاہ صاحبؒ نے سر عام اس کو اصلاح و تبلیغ کی بات کرکے اس کی رسوائی نہیں کی۔ شدت اور ترش روئی سے پیش نہ آئے۔ بلکہ تسامح کیا، اپنے کمرہ میں علیحدہ کرکے اسے بلایا، اکرام کیا بڑے پیار سے بٹھایا اور بڑی شفقت سے فرمایا۔

عزیز! میں بوڑھا ہوگیا ہوں کمزور اور ضعیف ہوں بینائی میں ضعف آگیا ہے۔ میں نے بقیہ نماز پڑھنی ہے میری نظر کمزور ہے آپ دیکھ لیں کہ میرے ٹخنے کھلے ہیں یا کہ ڈھکے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اگر ٹخنے ڈھکے ہوں تو نماز مکروہ

اور توبہ کی۔ اور آئندہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اس حکیمانہ انداز تعلیم سے وہ صاحب صورت حال سمجھ گئے۔

ٹخنے کھلے رکھنے کا وعدہ کیا۔
کے لئے ہمیشہ

امت دعوت و امت اجابت | اس سلسلہ گفتگو میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

امت کی دو قسمیں ہیں۔ امت دعوت جنہیں حضورؐ کی دعوت متوجہ ہے کہ آؤ قولوا لا الٰہ الّا اللہ۔ یہ دعوت

الی الاسلام کل دنیا کے باشندوں کے لئے ہے۔ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہے۔ وما ارسلنٰک الّا کافۃ

للناس (ہم نے نہیں بھیجا تمہیں مگر نوع انسانی کے لئے۔ بشیراً و نذیراً خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ تو کل دنیا

کے انسان یورپ کے ہوں یا ایشیا کے، مشرق کے ہوں یا مغرب کے یا افریقہ کے دور دراز علاقوں کے غیر متمدن وحشی

ہوں سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت ہے۔ آج بھی حضورؐ کی دعوت انہیں مخاطب کر رہی ہے

جیساکہ چودہ سو برس پہلے تھا مگر اس امت نے دعوت قبول نہیں کی اس لئے کافر ہے اتنی بڑی نعمت کی ناشکری کرنے

والی ہے اور جنہوں نے حضورؐ کی دعوت قبول کی ہے وہ امت اجابت ہے کہ دعوت کی اجابت ہیں انہوں نے لا الٰہ الّا

اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا ہے ایسی امت کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔

بعثت امت | اسی مجلس میں اسی حدیث رسولؐ کی مزید توضیح اور تشریح کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لفظ

" بعثتم " پر اشکال نہ اٹھایا جائے کہ اس میں صحابہؓ کو بعثت کی نسبت کی گئی ہے حالاں کہ بعثت تو انبیاء کرام کی ہوتی ہے

کیونکہ اس میں امت کی اہمیت، عظمت اور فریضہ منصبی کو واضح کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی جانب سے

مبعوث بالذات ہیں۔ چونکہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ قیامت تک آپ کے بعد کسی نبی نے مبعوث نہیں ہونا مگر دعوت اور

تبلیغ کے کام نے بہر حال باقی رہنا ہے جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء صحابہؓ تابعین اور آپؐ کی امت

نے انجام دینا ہے۔ دعوت و تبلیغ اور غلبۂ دین کے کام میں آپؐ کی امت آپؐ کی نائب ہے اس اعتبار سے گویا کہ آپؐ

کی امت بھی مبعوث ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس
تأمرون بالمعروف و تنہون عن
المنکر ۰

تم بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی۔ تم
بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

آیت کریمہ میں بھی امت کی اس حیثیت کو واضح کر دیا گیا ہے۔

تعلیم و تعلّم نعمت عظمیٰ | ارشاد فرمایا۔ سب سے بڑی نعمت جو خداوند تعالیٰ نے ہم پر کی ہے، وہ نعمت ہے

حصول علم و تعلیم کی۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے سب سے پہلے جو وحی ارشاد فرمائی ہے

وہ یہ ہے:۔

اقراء باسم ربك الذى خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاكرم الذى علم بالقلم علم الانسان مالم يعلم ٥

پڑھو اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے۔ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔ پڑھو اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔
(ترجمہ شیخ الہندؒ)

اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم یہ ہے کہ اے پیغمبر تو قرأت کر اس سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت مہتم بالشان نعمت ہے۔ وحی متلو کا پہلا جملہ اور کلمہ اقراء ہے۔ شریعت کے بہت سے احکام مہتم بالشان ہیں جیسے توحید کا مسئلہ سب سے اہم ہے یا نبوت و رسالت کا مسئلہ اسی طرح عبادت و اطاعت خداوندی دوسرے درجے میں اچھے اخلاق حقوق انسانی کی ادائیگی۔ اسی طرح ہزارہا احکامات ہیں جن کی اہمیت بجائے خود ہے۔

**تعلیم و تخلیق کا منشاء شانِ اکرمیت و ربوبیت**

اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم اور پہلی وحی اقراء ہے۔ یعنی پڑھو اے پیغمبر۔ قرأت کا حکم دیا جس کا معنی ہے پڑھنا۔ پہلا حکم تعلیم و تعلم کا دیا اور یہ قاعدہ آپ کو معلوم ہے کہ حکم کا تعلق جب کسی وصف سے ہو جائے تو وصف منشاء اور علت ہوتا ہے اس حکم کے لئے۔ گویا قرأت سے جو مایوسی حضورؐ کو حاصل تھی اور حضورؐ نے کہا ما انا بقارى کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ تو اس مایوسی کا ازالہ پروردگار جل شانہٗ نے اقراء باسم ربك الذى خلق خلق الانسان من علق اقراء وربك الاكرم سے کیا۔ کہ وہ رب جو نیست سے ہست کرنے والا ہے جس نے انسان کو منجمد خون سے احسنِ تقویم پر پہنچایا ہے۔ وہ غیر قاری کو قاری بلکہ سید القراء بنا سکتا ہے۔ اس کی شانِ اکرمیت پر نظر کرتے ہوئے قرأۃ فرمائیں۔ تو انسان کی تخلیق کا منشاء شانِ ربوبیت اور قرأۃ کا منشاء شانِ اکرمیت ہوا۔

اور لطف یہ کہ ربک الکریم نہیں فرمایا۔ بلکہ ربک الاکرم فرمایا۔ تو گویا شانِ ربوبیت کا تقاضا تخلیق ہے اور شانِ اکرمیت کا تقاضا تعلیم ہے۔ علم دینے کا منشاء وہ شانِ ربوبیت ہے جو اکرمیت سے موصوف ہے پس اکرم جو انعام دیتا ہے وہ شانِ اکرمیت کے مطابق ہو گا۔ اور وہ انعام یہاں علم ہے تو معلوم ہوا کہ علم کی نعمت ایک مہتم بالشان نعمت ہے۔

**علم فرشتوں پر فضیلت کا سبب بنا**

ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلعت نیابت اور خلافت ارضی کا منصب دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ تو قرآن مجید نے اس کی وجہ بیان کی ہے۔ کہ یہی فضیلت علمی تھی کہ جس کی وجہ سے فرشتوں پر اسے فضیلت دی گئی اور فرشتوں سے کہا گیا۔

اسجدوا لآدم — سجدہ کرو آدم علیہ السلام کی طرف

اب اس کی تاویل جو بھی کریں مسجودلہ ذات خداوندی تھا مگر مسجود الیہ یعنی قبلہ اور رخ سجدہ تو ذات آدم تھا۔ فرشتوں نے عرض کیا۔

فیہا من یفسد فیہا و یسفك الدماء — یارب آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرتے ہیں جو شر و فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

انی اعلم ما لا تعلمون — میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے

اور امتحان کا ایک موقعہ اس کے بعد مقرر فرمایا۔ فرشتوں سے اشیاء کی خاصیات اور نام پوچھے اور حضرت آدم سے بھی۔ فرشتوں نے اپنی عجز و کم علمی کا اعتراف کیا۔

سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم — پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

**اہل علم کی قدر و منزلت** ارشاد فرمایا۔ اس وقت ہم کو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ اہل دنیا کی نظروں میں اہل علم کی کیا وقعت ہے یا وہ ہمیں حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں بلکہ اس کو دیکھنا ہے کہ اللہ و رسول کی نظروں میں اہل علم کا کیا رتبہ و مقام ہے۔ گو ہمارا طبقہ عوام کی نظروں میں حقیر ہو جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمرہ پر انعامات کی بارشیں ہوتی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ میری عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ اپنے والد مکرم کے ساتھ حج کرنے گیا غالباً منیٰ کے میدان میں دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک معمر شخص کے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ میں نے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اس نے کہا یہ حضرت عبداللہ رسول اللہ کے صحابی ہیں اور حضورؐ کی حدیث سناتے ہیں مجھے بھی ان سے حدیث سننے کی خواہش ہوئی۔ والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے جب وہاں پہنچے تو حضرت عبداللہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تفقہ فی الدین حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فکر رزق سے مستغنی کر دیتا ہے۔ یہ پہلی حدیث تھی جو حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی جو حرف بحرف صادق ہے۔

**علم ظاہری کی برکات** ارشاد فرمایا۔ اس دور فتن میں جب آپ لوگ احاطہ دارالعلوم سے باہر نکلیں تو معلوم ہو کہ لوگ اگرچہ تمہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور تم کو زائد و بے کار سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی کام کے نہیں۔ لیکن الحمد للہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ علم کا صحیح طلب گار بنائے۔ اور فقہائے دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ ہم جو صرف رسمی اور ظاہری تفقہ فی الدین کی راہ پر جا رہے ہیں اس کی بھی اتنی برکت ہے کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ فارغ البال ہے

(باقی ص ۲۶ پر)

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

# عہد نبوی کی چند یادگار تحریریں

عہد نبویؐ میں اگرچہ دیوان الانشاء کا باقاعدہ قیام نہیں ہوا تھا مگر تمام چھوٹے بڑے اہم معاملات تحریری شکل میں انجام
دیے جاتے تھے۔ اور ان تحریروں کو محفوظ رکھا جاتا تھا۔ اس کام کے لئے عام کاتبوں کے علاوہ چند مخصوص کاتب مقرر تھے جو مفوضہ
خدمات کو بہ احسن خوبی انجام دیتے تھے۔

جہشیاری نے کتاب الوزراء والکتاب میں "اسماء من ثبت علی کتابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے عنوان سے
ان کے نام اور ان سے متعلق شعبۂ کتابت کو تفصیل سے بیان کیا ہے[1]

**عہد نبوی کی تحریروں کی اہمیت** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاتبوں سے وحی کے علاوہ عہد نامے، صلح نامے،
لوٹ نامے، قطائع نامے اور اسی طرح کے دوسرے تمسکات ادا کراتے تھے۔ پھر ان کو سن کر ان کی تصدیق و توثیق فرماتے
تھے۔ اس لئے ایسی تمام تحریریں وحی الٰہی کے بعد بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے مستند و معتبر ہونے میں کسی شک و شبہ
کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کی صحت و اہمیت کا اندازہ امام محمد بن سیرین متوفی ۱۱۰ھ کے اس قول سے ہوتا ہے:-

| | |
|---|---|
| لو کنت متخذاً کتاباً لاتخذت رسائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم[2] | اگر میں احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط و رسائل کو ضرور جمع کرتا۔ |

امام ابن سیرین حفظ حدیث کے مقابلہ میں کتابت حدیث کے حق میں نہیں تھے۔ ان تحریروں میں بہت سی بعد میں
کئی صدیوں تک محفوظ و موجود رہیں اور جب احادیث اور سیر و مغازی کی تدوین کا دور آیا تو ان سے کام لیا گیا، بلکہ آج
تک ایسی تحریریں موجود ہیں۔ خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکتوبات مختلف مقامات میں محفوظ
ہیں۔ اس وقت ہم عہد نبویؐ کی چند ایسی یادگار تحریروں کی نشان دہی کر رہے ہیں جو مختلف قبائل اور افراد کے پاس
خاندان در خاندان محفوظ رہیں اور احادیث کی تدوین خاص طور سے سیر و مغازی کی تدوین کے لئے ابتدائی تحریری سرمایہ ہیں

---

[1] کتاب الوزراء والکتاب ورق ۹ (طبع دینا) [2] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۹۴ (بیروت)

بڑی اہم ثابت ہوئیں۔

**امام ابو جعفر کے پاس صحیفۂ نبویؐ**
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے ابو جعفر محمد الباقر متوفی ۱۱۸ھ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحیفہ تھا جو آپ کی تلوار کے قبضہ میں پایا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| وجد فی قائم سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیفۃ فیہا مکتوب الخ [1] | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ میں ایک صحیفہ پایا گیا جس میں لکھا تھا کہ الخ |

مغازی کے مشہور عالم مجالد بن سعید بن عمیر ہمدانی کوفی متوفی ۱۴۴ھ کے دادا عمیر ذو مرّان ہمدانی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتی مکتوب روانہ فرمایا تھا جو قبیلہ بنو ہمدان میں محفوظ تھا۔ اور مجالد بن سعید نے اس کی زیارت کی تھی ان کا بیان ہے:۔

| | |
|---|---|
| کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جدی عندنا [2] | میرے دادا کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب ہمارے پاس موجود ہے۔ |

**عامر بن ہلال متعی کے نام نامہ مبارکؐ**
قبیلہ بنو عیسیٰ بن صبیب کے ایک سردار ابو سیارہ عامر بن ہلال متعی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ مبارک بھیجا جو ان کے خاندان میں موجود تھا ابن ابی حاتم کا بیان ہے

| | |
|---|---|
| والکتاب عند بنی عمّ المتعیین [3] | یہ مکتوب عامر بن ہلال کے چچا کے لڑکوں کے پاس بنو متع میں موجود ہے۔ |

**جابر بن ظالم طائی کے نام ایک تحریر**
قبیلہ بنو طے کے جابر بن ظالم خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تحریر عنایت فرمائی جو ان کے خاندان میں محفوظ تھی۔

| | |
|---|---|
| وکتب لہ کتاباً ھو عند اھلہ بالجبلین [4] | آپؐ نے ان کے لئے ایک تحریر لکھی جو بنو طے کے پاس اجار اور سلمیٰ دونوں پہاڑوں میں موجود ہے |

ابن حجر اور سمعانی نے بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وفد الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وکتب لہ کتابا فھو عندھم [4] | جابر بن ظالم خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تحریر دی جو ان کے خاندان میں موجود ہے۔ |

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۱ [2] المعارف ابن قتیبہ ص ۲۴۴ [3] کتاب الجرح التعدیل ج ۳ ص ۳۲۸
[4] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۸۰

**سعید بن عداء قریعی کے نام مکتوب**

سعید بن عداء قریعی کے پاس رسول اللہ صلی اللہ نے ایک مکتوب بھیجا تھا یہ مکتوب ان کی اولاد نے بحفاظت رکھا۔ عبداللہ بن یحییٰ بن سلیمان نے اس کو دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے :۔

| | |
|---|---|
| ارانی ابن لسعید بن عداء کتابا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1] | سعید بن عداء کے لڑکے نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دکھایا۔ |

**قبیلہ بنی عقیل کے نام ایک تحریر**

قبیلہ بنی عقیل بن کعب کے تین افراد ربیع بن معاویہ۔ مطرف بن عبداللہ اور انس بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اسلام لائے اور اپنے قبیلہ کی طرف سے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ آپ نے ان کو بنی عقیل کا علاقہ عقیق عطا فرمایا اور اس کے لئے سرخ چمڑے پر ایک تحریر لکھ دی۔

| | |
|---|---|
| فکان الکتاب فی ید مطرف [2] | یہ مکتوب مطرف بن عبداللہ کے پاس تھا۔ |

اس مکتوب کا پورا متن طبقات ابن سعد میں منقول ہے۔

**ایک بدوی کے نام ایک تحریر**

جہضم بن ضحاک کا بیان ہے کہ مجھ کو بادیہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے بتایا کہ میں نے بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ کو دیکھا ہے، آپ نہایت حسین و جمیل تھے، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تحریر دکھائی جو اس کے چچا کی جاگیر سے متعلق تھی۔

| | |
|---|---|
| فاخرج الینا کتابا فاذا فیہ ھذا ما قطع النبی صلی اللہ علیہ و سلم فلان بن فلان یعنی عمہ [3] | اس نے ہمارے سامنے ایک مکتوب پیش کیا جس میں تھا کہ یہ جاگیر اس کے چچا فلاں بن فلاں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت کی ہے۔ |

**رفاد بن عمرو کے نام ایک تحریر**

قبیلہ جعد بن کعب سے رفاد بن عمرو خدمتِ نبوی میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقام فلج میں ایک جاگیر عطا فرما کر اس کے بارے میں تحریر لکھ دی جو ان کے خاندان میں محفوظ تھی

| | |
|---|---|
| و اعطاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بالفلج ضیعۃ و کتب لہ کتابا و ھو عندھم [4] | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مقام فلج میں ایک جائداد دے کر تحریر دے دی جو قبیلہ جعد بن کعب کے پاس موجود ہے۔ |

**بنی زہیر بن اقیش کے نام مکتوب**

قبیلہ عکل کی شاخ بنی زہیر بن اقیش سے نمر بن تولب شاعر نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ بنو زہیر بن اقیش کو ایک مکتوب روانہ فرمایا جو اس قبیلہ کے پاس موجود تھا۔ ابو العلاء یزید بن عبداللہ بن شخیر بصری متوفی ۱۰۸ھ کا بیان ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ص ۲۹۲ [2] ایضاً ص ۳۰۲ [3] تاریخ کبیر ج ۱ ص ۲۳۳ [4] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۰۳

| | |
|---|---|
| اتانا رجل من عكل و معه كتاب من رسول الله صلی الله عليه وسلّم فی قطعة جواب كتبه لهم من محمد رسول الله الی بنی زهير بن اقيش [1] | ہمارے یہاں قبیلہ عکل کا ایک شخص آیا جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب چمڑے کے ٹکڑے پر تھا جس کو آپ نے بنو زہیر بن اقیش کے لئے یوں لکھا تھا۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے بنی زہیر بن اقیش کے نام الخ |

بنی زہیر بن اقیش کے اس مکتوب نبویؐ کا ذکر متعدد کتابوں میں معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے۔

المنتقیٰ لابن جارود اور جمع الفوائد میں یزید بن عبداللہ بن شخیر کا بیان ہے کہ ہم لوگ بصرہ کے مقام مربد میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ہمارے پاس ایک اعرابی آیا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے۔ میں نے یہ تحریر لے کر اپنے ساتھیوں کو سنائی۔ اس کی ابتدا یوں تھی۔

| | |
|---|---|
| بسم الله الرحمن الرحيم هذا كتاب من محمد رسول الله لبنی زهير بن اقيش | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے بنی زہیر بن اقیش کے لئے ہے الخ |

ہم نے اس اعرابی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنے کو کہا، تو اس نے ایک حدیث بیان کی میں نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ اس نے کہا کہ کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بولوں گا؟ یہ کہہ کر وہ ہمارے ہاتھ سے مکتوب لے کر چلا گیا[1]

اور ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں یزید بن عبداللہ بن شخیر سے یوں روایت کی ہے کہ ہم لوگ مقام مربد میں تھے۔ مطرف بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ایک اعرابی آیا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ اس نے ہم سے پوچھا کہ تم لوگوں میں سے کوئی پڑھنا جانتا ہے؟

ہم نے کہا، ہاں! تو اس نے وہ ٹکڑا ہم کو دیا جس میں لکھا ہوا تھا:۔

| | |
|---|---|
| بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله صلی الله عليه وسلّم لبنی زهير بن اقيش من عكل، انكم ان شهدتم ان لا اله الا الله و اقمتم الصلوٰة و اتيتم الزكوٰة | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عکل کے بنی زہیر بن اقیش کے لئے اگر تم لا الہ الا اللہ کی گواہی دو گے اور نماز پڑھو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور مشرکوں سے |

---

[1] المنتقیٰ لابن جارود ص ۳۰۷، جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۸

| | |
|---|---|
| وفارقتم المشركين واعطيتم من | ترک تعلق کرلوگے اور مال غنیمت میں سے خمس |
| المغانم الخمس وسهم النبی صلی اللہ | اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص حصہ |
| علیہ وسلم والصفّی او قال وصفیة | دوگے تو اللہ ورسول کی طرف سے امن و امان |
| فانتم آمنون بامان اللہ ورسولہ [1] | میں رہوگے۔ |

**عدا بن خالد کے نام تحریر** عدا بن خالد بن ہوذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو پانی کا ایک چشمہ جاگیر میں دے کر اس کی ملکیت و تولیت کے بارے میں تحریری ثبوت دیا۔ جس کو وہ بحفاظت رکھتے تھے اور ادھر سے گذرنے والوں کو اس کی زیارت کراتے تھے۔ عبدالمجید بن ابو یزید وہب کا بیان ہے کہ میں اور حجر بن ابو نصر مکہ مکرمہ کے ارادہ سے نکلے۔ راستہ میں رُجیح نامی ایک چشمہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو دیکھنے والے بزرگ ہیں۔ ہم نے جاکر ان سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور آپ کی تحریر دکھائی۔

ابن سعد نے لکھا ہے :-

| | |
|---|---|
| فقال نعم! وکتب لی بهذا الماء | انہوں نے یہ کہہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| قال: فاخرج جلدة فیها کتاب | نے اس چشمہ کے متعلق یہ لکھا ہے ایک کھال نکالی |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر تھی۔ |

**عباس سلمی کے نام تحریر** عباس سلمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام دثنیہ میں ایک کنواں جاگیر میں طلب کیا آپ نے ان کی خواہش پوری کرکے ایک تحریر دے دی جو ان کے پوتے نائل بن مطرف کے پاس محفوظ تھی۔ وہ مقام دثنیہ میں قیام پذیر اور وہاں کے باشندوں کے امیر تھے۔ ابو الازہر نے اس تحریر کی زیارت کی تھی۔ ان کا بیان ہے :-

| | |
|---|---|
| فاخرج الیّ حقة فیها کراع | نائل بن مطرف نے ہمارے سامنے ایک ڈبیہ |
| من ادم احمر فکان فیه | نکالا جس میں سرخ چمڑے پر اس جاگیر کے بارے |
| ما اقطعه [2] | میں تحریر تھی۔ |

**بنی شیبان کے ایک شخص کے نام تحریر** قبیلہ بنی شیبان کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ مجھے حیرہ کے حاکم بقیلہ کی صاحب زادی کے بارے میں ایک تحریر عنایت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا

---

[1] کتاب الاموال ص ۱۱-۱۲ [2] طبقات ابن سعد ص ۵۲

کہ کیا تم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حیرہ پر فتح دے گا؟ اس نے کہا کہ اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے، حیرہ کو ہم فتح کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے سرخ چمڑے پر ایک تحریر دے دی جس کو اس شیبانی صحابیؓ نے بحفاظت اپنے پاس رکھا۔ اور جب عہدِ صدیقی میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی شامی فتوحات کے سلسلہ میں اہل حیرہ سے صلح ہوئی جس میں وہ شیبانی صحابی بھی شریک تھے تو انہوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو وہ تحریر دکھائی اور حاکم حیرہ بقیلہ کی صاحبزادی ان کو مل گئی۔ کتاب الاموال میں ہے:

| | |
|---|---|
| فجاء الشيباني بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى خالد بن وليد فلما اخذه قبله ثم قال دونكها الخ[1] | وہ شیبانی خالد بن ولید کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب لائے خالد بن ولید نے اس کو لے کر بوسہ دیا اور کہا تم بقیلہ کی بیٹی کو لے لو۔ |

**ہلال بن حارث مزنی کے نام مکتوب** ہلال بن حارثؓ مزنی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قطعۂ زمین جاگیر میں دے کر تحریر لکھ دی۔ بعد میں ان کی اولاد نے وہ زمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ فروخت کر دی۔ اس میں دو عدد دکانیں تھیں۔ ہلال بن حارث کی اولاد نے کہا کہ ہم نے زمین فروخت کی ہے۔ دکانیں فروخت نہیں کیں۔ اس کے بعد راوی کا بیان ہے کہ:

| | |
|---|---|
| وجاؤا بكتاب القطعة التى قطعها رسول الله صلى الله عليه وسلم لابيهم فى جريدة قال فجعل عمر يمسحها على عينيه وقال لقيمه انظرما استخرجت منها وما انفقت عليها فقاضهم بالنفقة ورد عليهم الفضل[2] | ہلال بن حارث کی اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب لائی جو ان کے باپ کے نام ایک شاخ پر تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو بار بار اپنی دونوں آنکھوں کو لگایا اور اپنے کارندے سے کہا کہ تم دیکھو اس جاگیر سے کتنی آمدنی ہوئی ہے۔ اور اس پر کتنا خرچ ہوا ہے خرچہ کا حساب کر کے فاضل آمدنی ان کو لوٹا دو۔ |

**بسر بن سفیان خزاعی کے نام مکتوب** بسر بن سفیان خزاعیؓ اپنے قبیلہ کے سردار تھے ۶ھ میں مسلمان ہوئے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک تحریر دی جو ان کے خاندان میں مدتوں محفوظ رہی۔ زکریا ابن ابو زائدہ کا بیان ہے کہ میں ابو اسحاق سبیعی کے ہمراہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہا تھا۔ بنو خزاعہ

---

[1] کتاب الاموال ص ۱۸۲ [2] ایضاً ص ۳۳۸

کا ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ ہو گیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مکتوب ہمارے سامنے پیش کیا جو بنو خزاعہ کے نام تھا۔ اس کی ابتدا یوں تھی۔

| | |
|---|---|
| بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم |
| من محمد رسول اللہ الی بدیل بن | محمد رسول اللہ کی طرف سے بُدیل بن ورقا اور |
| ورقا و بسر و سروات بنی عمرو [1] | بسر اور بنی عمرو کے سرداروں کے نام |

**دومۃ الجندل کے باشندوں کے نام مکتوب**

دومۃ الجندل کے باشندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستاویز عنایت فرمائی تھی جو تیسری صدی تک ان کے پاس محفوظ تھی۔ ابو عبید قاسم ابن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے اس کی زیارت کی تھی اور اسے اپنی کتاب الاموال میں حرف بحرف نقل کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

| | |
|---|---|
| قال ابو عبید: اما ھذا الکتاب | میں نے اس مکتوب کا اصل نسخہ پڑھا ہے۔ |
| فانا قرأت نسخته و اتانی | دومۃ الجندل کا ایک بوڑھا آدمی میرے پاس |
| به شیخ هناك مكتوبا فی قضیم | اس کو لایا تھا۔ سفید چمڑے پر لکھا ہوا تھا |
| صحیفة بیضاء فنسخته حرفا | اور میں نے اس کو حرف بحرف نقل کر لیا اس میں |
| بحرف، فاذا فیه الخ [2] | تھا کہ الخ |

**ایلہ، اذرح اور مقنا والوں کے نام ایک تحریر**

۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام کے علاقے ایلہ، اذرح، مقنا اور جربا کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ان کے باشندوں سے صلح کر کے تحریر دے دی۔ اہل مقنا کی یہ تحریر تیسری صدی میں ابو الحسن بلاذری متوفی ۲۷۹ھ کے ایک معاصر عالم نے دیکھی تھی۔ اور ان کی روایت سے بلاذری نے فتوح البلدان میں نقل کی۔ ان کا بیان ہے:۔

| | |
|---|---|
| و اخبرنی بعض اهل مصر انه | مصر کے بعض اہل علم نے مجھے بتایا کہ انہوں نے |
| رأی کتابهم بعینه فی جلد احمر | اہل مقنا کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ |
| دارس الخط، فنسخه و املی | وسلم کی اصل تحریر دیکھی ہے جو سرخ چمڑے پر |
| علیّ، نسخته بسم الله الرحمن | تھی۔ اس کا خط مٹا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کو |
| الرحیم من محمد رسول الله | نقل کر لیا اور مجھے دکھایا جو اس طرح ہے۔ |
| الی ابن حبیبة، و اهل مقنا [3] | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف |

---

[1] تاریخ کبیر ج ۱ ص ۲۷۶، اصابہ ج ۱ ص ۵۲ [2] کتاب الاموال ص ۱۹۴ [3] فتوح البلدان ص ۷۱

اہلِ نجران کے نام مکتوب

نجران کے عیسائی وفد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صلح نامہ عنایت فرمایا تھا۔ یہ ان کے پاس مدتوں محفوظ رہا۔ اور وہ بار بار اس سے کام لیتے تھے۔ حسن بن صالح متوفی ۱۶۹ھ نے اس کو بچشم خود دیکھا تھا اور ان کی روایت سے ان کے شاگرد کتاب الخراج کے مصنف یحییٰ بن آدم قرشی متوفی ۲۰۳ھ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بلاذری نے لکھا ہے:

| | |
|---|---|
| یحییٰ بن آدم قال اخذت نسخته کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لاهل نجران من کتاب رجل عن الحسن بن صالح رحمه اللہ وهی بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما کتب النبی رسول اللہ محمد للنجران الخ | یحییٰ بن آدم نے کہا ہے کہ نجران والوں کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کا نسخہ میں نے ایک آدمی کی کتاب سے لیا ہے جس کو اس نے حسن بن صالح سے روایت کیا ہے۔ وہ اس طرح ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول کی یہ تحریر اہل نجران کے لئے ہے الخ |

اس کے بعد خود یحییٰ بن آدم کا بیان نقل کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| قال یحیی بن آدم: وقد رأیت کتاباً فی ایدی النجرانیین کانت نسخته: وفی اسفله وکتب علی بن ابی طالب ولا ادری ما اقول فیه[1] | میں نے نجرانیوں کے ہاتھ میں ایک مکتوب دیکھا ہے جس کا نسخہ اسی نسخہ کے مشابہ تھا اور اس کے نیچے "کتب علی بن ابی طالب" لکھا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس مکتوب کے بارے میں کیا کہوں۔ |

خلافت فاروقی میں اہلِ نجران نے شرائط صلح کی خلاف ورزی کر کے آپس میں سود کا لین دین شروع کر دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کو نجران سے جلاوطن کر کے کوفہ کے قریب مقام نجرانیہ میں بھیج دیا۔ اور ایک تحریر دے دی حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں اہل نجران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کی تحریریں لے کر ان کے پاس آئے۔ حضرت عثمانؓ نے امیر کوفہ ولید بن عقبہ بن ابو معیط کو لکھا کہ اہلِ نجران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ کی تحریریں مجھے دکھائی ہیں۔ تم ان کے معاملات کی تحقیق کرو۔

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں نجرانیوں نے حضرت عمرؓ کے حکم کے خلاف ان سے ایک تحریر چاہی تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ معاملہ فہم تھے میں ان کے خلاف نہیں کرنا چاہتا۔[2]

قاضی ابو یوسفؒ نے بھی کتاب الخراج میں یہ واقعات بیان کئے ہیں اور لکھا ہے:۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۷۶ [2] ایضاً ص ۷۸

وانی اسقف نجران علیاً رضی الله عنه ومعه کتاب فی ادم احمر له

حضرت علیؓ کے پاس نجران کا راہب سرخ چمڑے پر ایک مکتوب لے کر آیا۔

اور حضرت علیؓ نے اہل نجران سے فرمایا:

انکم اتیتمونی بکتاب من نبی الله صلی الله علیه وسلم فیه شرط علی انفسکم [۲]

تم لوگ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب لے کر آئے ہو جس میں تم پر شرط عائد کی گئی ہے۔

**معاذ بن جبل کے نام** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو انہیں ایک تحریر دی جس میں عشر کے بارے میں تفصیل درج تھی۔ یہ تحریر مشہور تابعی و فقیہہ موسیٰ بن طلحہ قرشی مدنی نزیل کوفہ متوفی ۱۰۳ھ کے پاس محفوظ تھی۔ قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ موسیٰ بن طلحہؒ صرف گندم، جو، انگور اور کشمش میں عشر کے قائل تھے ان کا کہنا تھا کہ

قال عندنا کتاب کتبه النبی صلی الله علیه وسلم لمعاذ، او قال نسخة، او وجدت نسخته هکذا [۳]

ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب ہے کہ آپ نے حضرت معاذؓ کے لئے لکھا تھا، یا یہ کہا کہ اس نسخہ میں مَیں نے ایسا ہی پایا ہے۔

بلاذری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

قال قرأت کتاب معاذ بن جبل حین بعثه رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الیمن فکان فیه الخ [۴]

موسیٰ بن طلحہؓ نے کہا ہے کہ میں نے معاذ بن جبلؓ کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب پڑھا ہے جس کو آپ نے ان کو یمن بھیجنے کے وقت لکھا تھا۔

**اہل طائف کے نام تحریر** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ طائف کو جو تحریر دی تھی وہ آٹھویں صدی تک وہاں محفوظ تھی۔ حتیٰ کہ ۷۱۳ھ میں امیر مکہ قتادہ بن ادریس نے طائف پر حملہ کیا اور اس کی فوجوں کی لوٹ مار میں یہ تحریر ضائع ہوگئی۔ تقی الدین فاسی مکی نے لکھا ہے:۔

ان فی هذه الوقعة فقد

جب قتادہ کی فوجوں نے شہر میں لوٹ مچائی تو

---

[۱] فتوح البلدان ص ۷۸، [۲] کتاب الخراج ص ۸۷ [۳] ایضاً ص ۴۶ [۴] فتوح البلدان ص ۸۳

كتاب النبيّ صلى الله عليه وسلم لاهل الطائف لما نهب جيش قتاده البلاد

اس حادثہ میں اہل طائف کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گم ہوگیا۔

نیز تمیم بن حمدان ثقفی کا یہ بیان نقل کیا ہے:

فقد الكتاب في جملة ما فقد ناه۔ وهو كان عند ابي لكونه شيخ قبيلته [1]

دیگر چیزوں کے ساتھ یہ مکتوب بھی ضائع ہوگیا میرے والد اپنے قبیلۂ ثقیف کے سردار تھے یہ مکتوب انہی کے پاس تھا۔

**تمیم داری کے نام تحریر**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم بن اوس داری اور ان کے بھائی نعیم بن اوس داری کو ملک شام میں حبری اور بیت عینون کی بستی کی جاگیر عطا فرمائی۔ اور ان کو اس کے بارے میں ایک تحریر دے دی۔ جس کو انہوں نے محفوظ رکھا۔ جب عہد فاروقی میں ملک شام فتح ہوا تو تمیم داری وہ تحریر لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے اس کی تصدیق کر کے وہ جاگیر دے دی۔

ابوعبید قاسم بن سلام کا بیان ہے:

فلما استخلف عمر اظهر على الشام۔ جاء تميم داري بكتاب النبيّ صلى الله عليه وسلم، فقال عمر انا شاهد ذالك فاعطاها اياه [2]

جب حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں ملک شام پر قابض ہوئے تو تمیم داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر لے کر آئے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھ کر کہا کہ ہاں میں اس کا گواہ ہوں اور وہ جاگیر ان کو دے دی۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک اس علاقہ سے بہت احترام و احتیاط کے ساتھ گذرتا تھا اور کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ جاگیر سے گذرتے ہوئے ڈر رہا ہوں۔

ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں تمیم داری کی جاگیر اور مکتوب نبویؐ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں ابن شحنہ کے پوتے محمد بن عمر کا بیان درج ہے۔ کہ ہمارے زمانہ میں تمیم داری کی اولاد میں یہ منشور نبویؐ موجود تھا جس میں حبری اور بیت عینون کی جاگیر کا عطیہ درج ہے۔ اس کو مقامی لوگ "انطارہ" کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ابتدا هذا ما اعطى محمد بن عبد الله الخ سے ہے۔ یہ مکتوب ہرن کی کھال میں بخط کوفی حضرت علیؓ کے ہاتھ کا ہے۔ اس خاندان میں ایک عالم تقی الدین بہت صاحب علم و ادب اور بڑی سمجھ بوجھ کے تھے۔ سلطان مراد کے دور سلطنت

---

[1] العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ج ۲ ص ۴۴ [2] کتاب الاموال ص ۲۸۴

ہیں ان کو سلطانی دربار میں باریابی ہوئی تو انہوں نے یہ مکتوب نبوی شاہی خزانہ کو ہدیہ کر دیا۔ اور اس کے بدلہ مصر میں عہدۂ قضا پایا۔ اسی دوران شیخ تقی الدین حلب سے گذرتے ہوئے میرے والد سے ملے تو انہوں نے کہا کہ تم نے بڑی غلطی کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کو جہنم کے ایک ٹکڑے کے عوض فروخت کر دیا ہے[1]

**ایک جعلی تحریر یہودیوں کے بارے میں** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگاروں تحریروں کے سلسلہ میں یہ حکایت دلچسپ ہے کہ پانچویں صدی میں بغداد کے وزیر ابوالقاسم بن مسلمہ کو ایک یہودی نے ایک قدیم تحریر دی۔ اور دعویٰ کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر ہے۔ جس میں اہل خیبر سے جزیہ ساقط کیا گیا ہے۔ وزیر موصوف نے یہ تحریر تحقیق کے لئے امام ابوبکر خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ کو دکھائی۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تحریر سراسر جعلی اور جھوٹی ہے۔ اس میں معاویہ بن ابوسفیان رض کی شہادت ہے جو غزوۂ خیبر کے بہت بعد فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے۔ اسی طرح اس میں سعد بن معاذ رض کی شہادت ہے۔ حالاں کہ ان کی وفات اس سے پہلے غزوۂ خندق کے موقع پر ہوئی۔[2]

**وفود عرب کی تحریریں** سیر و مغازی کی ابتدائی تحریری ماخذوں میں عہد نبوی کی وہ تحریریں بھی بڑی اہم اور مستند ہیں جو عرب کے مختلف قبائل اور دور دراز مقامات سے خدمت نبوی میں آنے والے وفود کے پاس محفوظ تھیں۔ اور جب اس فن کی تدوین کا دور آیا تو ان سے کام لیا گیا۔ ابن سعد نے ستر سے زائد وفود کا تذکرہ کیا ہے جو اپنے قبائل کے نمائندے اور ترجمان کی حیثیت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کے ارکان کی تعداد بعض اوقات چار سو یا اس سے زائد ہوتی تھی۔ قبائل اپنے وفود کی روانگی کے لئے بڑا اہتمام کرتے تھے اس کے لئے شیوخ سردار، اعیان واشراف، شعراء وخطباء اور باشعور افراد کا انتخاب ہوتا تھا۔ ان سب کے نام لکھے جاتے تھے اور ارکان وفد اپنے روایتی اور قبائلی لباس وہیئت میں سج دھج کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے تھے۔ یہاں ان کی حیثیت کے مطابق قیام وطعام کا انتظام کیا جاتا تھا۔ اور ان کا احترام واجلال کیا جاتا تھا۔ وہ کچھ دن خدمت نبوی میں رہ کر قرآن اور ضروریات دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ واپسی پر عربی روایات کے مطابق ارکان وفد کو گراں قدر عطیات سے نوازا جاتا تھا اور بنیادی امور کے لئے تحریر دی جاتی تھی۔

واپسی کے بعد قبائل اپنے وفد کی پوری تفصیل لکھتے تھے جس میں ارکان وفد کے نام اور خدمت نبوی میں حاضری وغیرہ کا تذکرہ ہوتا تھا۔ ایسی تحریریں روئدادوں اور یادداشتوں کو یادگار کے طور پر محفوظ رکھا جاتا تھا۔ دو ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

---

[1] کتاب الاشتقاق اور اس کا حاشیہ ص ۷۷، ۳ [2] المنتظم ج ۸ ص ۲۶۵

**وفد بنی سلامان کی تحریر**

شوال ۱۰ھ میں قبیلہ بنی سلامان بن سعد کا ایک وفد سات افراد پر مشتمل خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا۔ رملہ بنت حارث کے مکان میں اس کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ ارکان وفد میں حبیب بن عمرو سلامانی بھی تھے۔ ان کی زبانی اس وفد کی پوری تفصیل تحریری شکل میں محفوظ تھی۔ محمد بن یحیی بن سہل بن ابو حثمہ کا بیان ہے:۔

وجدت فی کتب ابی ان حبیب
بن عمرو السلامانی کان یحدث
قال: قدمنا وفد سلامان
علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
ونحن سبعۃ فصادفنا رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
خارجاً من المسجد الی جنازۃ
دعی الیہا، فقلنا السلام علیک یا
رسول اللّٰہ: فقال وعلیکم، من انتم؟
قلنا نحن من سلامان قدمنا لنبایعک
علی الاسلام ونحن علی من وراءنا
من قومنا فالتفت الی ثوبان غلامہ
فقال: انزل ھولاء الوفد حیث
ینزل الوفد فلما صلی الظہر جلس بین
المنبر وبیتہ فتقدمنا الیہ فسألناہ
عن امر الصلواۃ، وشرائع الاسلام وعن
الرقی والسہنا و اعطی کل رجل منا
خمس اوراق، ورجعنا الی بلادنا
وذالک فی شوال سنۃ
عشر[1]

میں نے اپنے والد کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا پایا
کہ حبیب بن عمرو سلامانی بیان کرتے ہیں کہ ہم وفد
سلامان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس
گئے۔ ہم سات نفر تھے۔ ہم نے دیکھا کہ رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم مسجد سے نکل کر ایک جنازہ کے
ساتھ جا رہے ہیں۔ جس میں آپ کو بلایا گیا تھا
ہم نے کہا۔ السلام علیکم یا رسول اللّٰہ! آپ نے
سلام کا جواب دے کر دریافت فرمایا کہ تم
لوگ کون ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم لوگ قبیلہ سلامان
سے ہیں، آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ آپ سے اسلام
میں بیعت کریں۔ ہم اپنے قبیلہ کی طرف سے
ذمہ دار بن کر آئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے
غلام ثوبانؓ سے فرمایا کہ جہاں وفود اترتے ہیں
وہیں اس وفد کو اتارو۔ اور آپ ظہر کی نماز پڑھ
کے منبر اور اپنے مکان کے درمیان بیٹھے تو ہم نے
آگے بڑھ کر نماز اور اسلامی احکام اور منتر کے
بارے میں سوالات کئے۔ اور اسلام قبول کر لیا
آپ نے ہم میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ اوقیہ سونا
عطا فرمایا اور ہم اپنے وطن واپس ہو گئے یہ واقعہ
شوال ۱۰ھ کا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ا ص ۳۳۲

**وفدبنی عذرہ کی تحریر** | صفر ۹ ھ میں قبیلہ عذرہ کا ایک وفد جو ۱۲ افراد پر مشتمل تھا خدمت نبویؐ میں آیا جس کی تفصیل قبیلہ عذرہ کے یہاں کتابی شکل میں موجود تھی۔ ابوعمرو بن حریث عذری نے اپنے قبیلہ میں یہ کتاب دیکھی تھی ان کے والد نے اسے محفوظ رکھا ان کا بیان ہے۔

| | |
|---|---|
| وجدت فی کتاب آبائی: قالوا: قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صفر سنۃ تسع وفدنا اثنا عشر رجلا فیھم حمزۃ بن النعمان العذری وسلیم وسعد ابناء مالک ومالک بن ابی ریاح فنزلوا دار رملۃ بنت الحارث النجاریۃ. ثم جاء وا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلموا السلام اھل الجاھلیۃ وقالوا: نحن اخوۃ قصی لامہ، ونحن الذین ازاحوا خزاعۃ وبنی بکر عن مکۃ، ولنا قرابات وارحام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرحباً بکم واھلاً، ما اعرفنی بکم، ما منعکم من تحیۃ السلام، قالوا قدمنا مرتادین لقومنا وسالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء من امر دینھم فاجابھم فیھا واسلموا واقاموا ایاماً ثم انصرفوا الی اھلیھم فامرلھم بجوائز کما کان یجیز الوفد وکسا احدھم بُردا۔[1] | میں نے خاندانی کتاب میں دیکھا ہے کہ ارکان وفد نے بیان کیا ہے کہ صفر ۹ ھ میں بارہ افراد پر مشتمل ہمارا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا ان میں حمزہ بن نعمان عذری اور سلیم بن مالک اور سعد بن مالک اور مالک بن ابو ریاح بھی تھے یہ لوگ رملہ بنت حارث نجاریہ کے مکان میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا اور کہا کہ ہم لوگ قصیؔ کے اخیافی بھائی ہیں ہم نے خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے نکالا ہے اور آپ سے ہماری قرابتیں اور خاندانی تعلقات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا کہہ کر ان کا استقبال کیا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت اچھے انداز میں اپنا تعارف کرایا ہے، تم لوگوں نے اسلام کا سلام کیوں نہیں کیا؟ ارکان وفد نے کہا کہ ہم اپنی قوم کے نمائندے بنکر آئے ہیں، پھر انہوں نے رسول اللہؐ سے اپنے دین کے بارے میں سوالات کئے اور آپؐ نے ان کے جوابات دئے اس کے بعد وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور چند دن قیام کرکے وطن واپس ہونے لگے تو رسول اللہؐ نے حسب عادت ان کو عطیات سے نوازا اور ان میں سے ایک شخص کو چادر عنایت فرمائی۔ |

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۳۱

وثائق نبویہؐ کا پورا ذخیرہ احادیث اور سیر و مغازی کی کتابوں میں محفوظ ہے یہاں چند ایسے خطوط و رسائل اور مکاتیب کا ذکر کیا گیا ہے جو بطور یادگار کئی صدیوں تک محفوظ رہے تحقیق و تلاش کے بعد اس قسم کی عہد نبویؐ کی مزید یادگار تحریریں جمع کی جاسکتی ہیں۔

# محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ
## بندرگاہ کراچی
## جہازرانوں کی جنّت
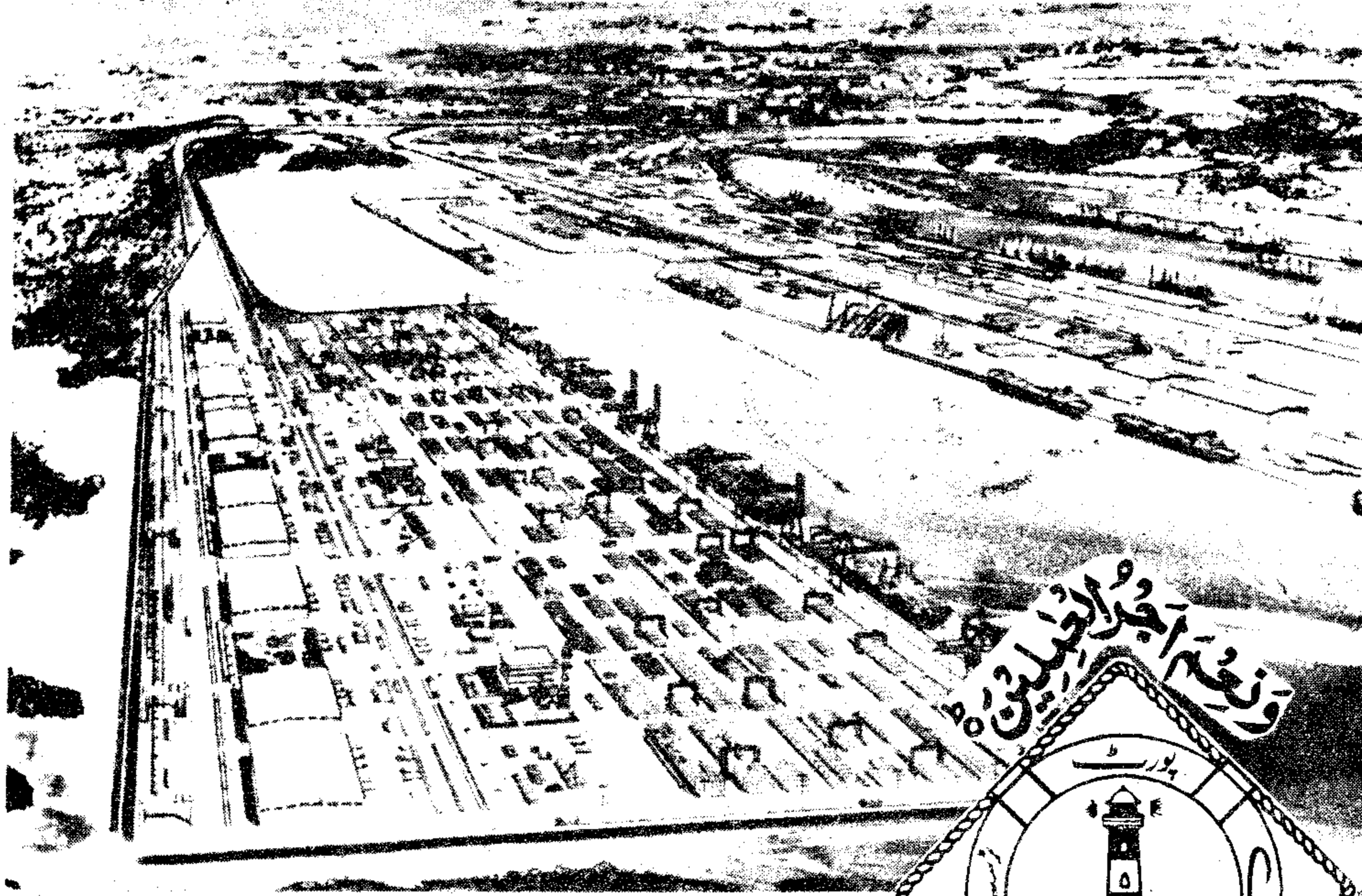
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

## ۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT PID - Islamabad

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

# علامہ ابن جریرؒ، تاریخ طبری، ماخذ و خصوصیات

## روایات کے تضاد میں اعتدال کی راہ

ابوجعفر کنیت، محمد نام، والد کی نسبت سے ابن جریر کہلاتے ہیں۔ طبرستان (فارس) کے ایک گاؤں میں ۲۲۴ھ مطابق ۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۳۱۰ھ مطابق ۹۲۳ء میں بغداد میں وفات پائی۔ طبرستان کی نسبت سے طبری کہلاتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی ذہانت کے ساتھ حافظہ بھی غیر معمولی تھا۔ سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہوئے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اولاً رے اور پھر بغداد، شام اور مصر کا سفر کیا۔ یہاں انہوں نے کیسے کیسے اکابر علم و ادب سے استفادہ کیا؟ اس کا اندازہ ان شیوخ کے ناموں سے ہوتا ہے جن کا تذکرہ وہ اپنی تفسیر و تاریخ کے اسانید میں کرتے ہیں حصول تعلیم سے فارغ ہو کر وہ مستقلاً بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے اور یہیں ۳۱۰ھ مطابق ۹۲۳ء میں وفات پائی ابن جریر تفسیر و تاریخ اور فقہ تینوں میں حجت تھے۔ وسعت علم کے باوصف اخلاق میں بھی نہایت مضبوط تھے۔ ان کو حق بات کہنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ (ظہر الاسلام ج ۲ ص ۲۰۳)

ابن جریر کی تفسیر تیس جلدوں میں اور ان کی تاریخ ۱۳ جلدوں میں ان کے غزارت علم و جلالت مقام کی شاہد عدل ہیں۔ "اختلاف الفقہا" کے نام سے ایک کتاب فقہ میں بھی لکھی تھی۔ اس معاملہ میں وہ کسی امام کے پیرو نہیں تھے بلکہ خود صاحب مذہب تھے۔ ان کی کتاب "البیان فی تفسیر القرآن" جو ۳۰ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اگرچہ تفسیر میں ہے لیکن اس میں دوسرے علوم و فنون کی سینکڑوں بحثیں جو پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ ابن جریر علوم مذکورہ بالا کے علاوہ حدیث صرف و نحو، شعر و ادب اور طب و ریاضی میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ یہاں چونکہ ہم کو غرض صرف تاریخ سے ہے اسی لئے اس پر کسی قدر تفصیل سے کلام کریں گے۔

**تاریخ ابن جریر کی خصوصیات** ابن جریر طبری نے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تاریخ اقوام و ملل عالم کا مطالعہ وسعت و دقت نظر سے کیا تھا۔ اس بنا پر جب انہوں نے تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا تو اس کا آغاز آفرینش عالم سے کیا اور اس وقت سے لے کر اسلام کے ظہور تک انبیاء و رسل، ایرانی، رومی، یونانی اور مصری و چینی جو قومیں گذری ہیں، کسی کی مفصل اور کسی کی مختصر، حسب ذرائع و وسائل معلومات، ان کی تاریخ قلم بند کی۔ اس حیثیت سے ابن جریر پہلے مسلمان مورخ

ہیں جنہوں نے عرب اور ان کے قبیلوں اور خاندانوں کے علاوہ دیگر اقوام و امم عالم کی تاریخ پر بھی توجہ کی۔ اور اس کو مرتب کیا۔ اس کے بعد ظہور اسلام سے ۳۰۲ھ تک کی جو تاریخ لکھی ہے وہ سنہ وار مرتب کی گئی ہے۔ جیسا کہ طبری سے پہلے بعض دوسرے مورخین مثلاً عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، ہیثم بن عدی اور جعفر بن محمد بن الازہر المتوفی ۲۷۶ھ نے بھی کیا تھا۔

اس تاریخ کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ابن جریر نے جن لوگوں سے براہ راست سماع کی یا جن لوگوں کی کتابوں سے مواد جمع کیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں ثقہ غیر ثقہ، معتبر نا معتبر اور جھوٹے سچے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ ابن جریر نے جو مواد ان لوگوں سے حاصل کیا تھا تنقید اور کسی بحث و تمحیص کے بغیر ان سب کو یکجا کر دیا ہے۔ اس بنا پر یہ تاریخ اور موضوع ہر قسم کی روایات کی کھتونی اور ان کا مجموعہ بن گئی ہے[1]

**ابن جریر طبری کے مآخذ** جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ابن جریرؒ نے ہر قسم کے لوگوں سے روایات اخذ کیں اور جس کی روایات اس موقع کے لئے موزوں اور مناسب تھیں ان کو وہاں اپنی تاریخ میں درج کر دیا۔ چنانچہ آفرینش عالم کے سلسلہ میں وہب بن منبہ سے اور ابن جریج الرومی سے نصرانیت سے متعلق کثرت سے روایات نقل کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں ابن جریر کے راویوں میں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو اصلاً یہودی اور عیسائی تھے۔ جیسے عبدالرحمٰن ابن دانیل اور اُسباط، کبھی سلسلہ روایت اس طرح ہوتا ہے:۔

عمرو عن اسباط عن السدی۔ کبھی ابن جریر کسی راوی کا نام نہیں لیتے بلکہ صرف ذکر العلماء باخبار الامم السالفہ من العرب والعجم کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ جہاں تک اسلام کی ابتدائی تاریخ اور سیرت نبویؐ کا تعلق ہے ابن جریر کے مآخذ یہ ہیں۔

ابومعشر نجیح عبدالرحمٰن السندی المدنی المتوفی ۱۷۰ھ۔ عروۃ بن زبیر، محمد بن المثنی۔ ابان بن عثمان ابن عفان، ابن اسحاق مطلبی متوفی ۱۵۰ھ، محمد بن عمر الواقدی م ۲۰۷ھ، ابن سعد المتوفی ۲۳۰ھ، علی بن محمد المدائنی م ۲۲۵ھ مذکورہ بالا مآخذ پر الگ الگ گفتگو کرنا ہمارے لئے دشوار بھی ہے اور غیر ضروری بھی۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کی تاریخ کے لئے ابن جریر طبری نے جو مآخذ اختیار کئے ہیں ان پر کلام کرنا از بس ضروری ہے لیکن یہ کلام آخر میں کریں گے۔

**طبری اور تشیع** بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن جریر طبری شیعہ تھے اس خیال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہی کے ہمنام

---

[1] تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ابن جریر طبری عظیم المرتبت محدث تھے۔ اسی لئے تاریخ بھی انہوں نے حدیث کی طرز پر لکھی ہے۔ یعنی روایات کے ساتھ انہوں نے اسانید کا التزام بھی کیا ہے اور راوی کے لئے وہی الفاظ بولتے ہیں جو محدثین کے معمول ہیں۔ مثلاً اخبرنا۔ حدثنی، ذکر وغیرہ۔

ابوجعفر محمد بن علی بن مسلم الطبری (جو ۵۵۳ھ میں موجود تھے) ایک شیعہ عالم تھے انہوں نے شیعہ مذہب سے متعلق "بشارت المصطفیٰ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی (الذریعہ الی مصنفات الشیعہ ج ۳ ص ۱۱۷) ہم نامی و ہم وطنی کے باعث بعض لوگوں نے غلطی سے اس کتاب کو ابن جریر طبری کی طرف منسوب کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن جریر طبری فارس کے تھے جو شیعیت کے لئے ایک زرخیز سرزمین تھی۔ اسی لئے ماحول کے اثر سے ممکن ہے ان کا رجحان حضرت علی اور آلِ بیت کی طرف زیادہ ہو۔ اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ میں حضرت علی کے نام کے ساتھ متعدد بار "علیہ السلام" لکھا ہے۔ لیکن ان کو شیعہ کہنا سراسر غلط اور نا درست ہے اس کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ بغداد میں ایک عرصہ قیام کرنے کے بعد جب وہ طبرستان آئے تو دیکھا کہ یہاں رفض کا بہت زور ہے اور صحابہ کرام کو سب وشتم عام ہو گیا ہے ابن جریر طبری کو اس سے سخت وحشت اور اذیت ہوئی۔ انہوں نے خلفاء اربعہ کے فضائل و مناقب میں "کتاب الفضائل" کے نام سے ایک نہایت مدلل اور مفصل کتاب لکھی۔ طبرستان کے شیعہ حلقوں میں اس کتاب نے آگ لگا دی۔ اور وہ لوگ مصنّف کی جان کے درپے ہو گئے۔ علامہ ابن جریر طبری نے یہ رنگ دیکھا تو طبرستان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر بغداد واپس آ گئے۔

(تاریخ طبری مطبوعہ دار المعارف قاہرہ ج ۱۔ مقدمہ محمد ابوالفضل ابراہیم)

**امام مجتہد** واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ شیعہ تھے اور نہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے بلکہ خود مجتہد اور فقہ میں ایک خاص مکتبۂ فکر کے موجد تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک کتاب "اختلاف الفقہا" لکھی اور اس میں فقہا کے اختلاف کے وجوہ و اسباب، ان کے طریق استدلال و استنباط اور ان کے مسالک و مذاہب سے مفصل بحث کی۔ ساتھ ہی انہوں نے دو کتابیں تصنیف کیں جن میں انہوں نے خود اپنے فقہی مسلک و مذہب کی تشریح و توضیح کی۔ ان میں سے ایک کتاب کا نام ہے "صریح السنہ" جو ۱۳۱۱ھ میں بمبئی سے شائع ہوئی تھی۔ دوسری کتاب کا نام ہے "لطیف القول فی احکام شرائع الاسلام"۔ (تاریخ طبری مطبوعہ دار المعارف ج ۱ مقدمہ ابوالفضل ابراہیم)

**اخلاق وعادات** ایک فقیہہ، ایک عالم اور مصنف اور مورخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکومت کا وظیفہ خوار نہ ہو اور نہ حکومت کے کسی دفتر یا شعبہ سے ملازمت کا تعلق رکھتا ہو۔ تاکہ وہ اپنی تحریر کا استعمال و اظہار آزادی سے کر سکے۔ اس اعتبار سے بھی ابن جریر طبری کا مقام بہت اونچا ہے۔ ان کے سوانح نگاروں کا بیان ہے۔ کہ طبری کے والد بڑے آسودہ، خوش حال اور صاحب املاک و جائیداد تھے۔ جب ابن جریر طبری بارہ برس کی عمر میں حصول علم کی غرض سے وطن سے روانہ ہوئے تو وہ جہاں کہیں بھی رہے ان کے والد ان کے امیرانہ اخراجات کے متکفل رہے۔ اور وہ طالب علمی کے بعد کسی ریاست یا حکومت کی سرپرستی کے شرمندۂ احسان نہیں ہوئے۔

خاقانی جو ابن جریر طبری کا بڑا مدّاح اور قدر دان تھا۔ اس نے اپنی وزارت عظمیٰ کے زمانہ میں بہت کوشش کی کہ

ر صوف قضا یا کوئی اور بڑے سے بڑا عہدہ قبول کرلیں لیکن وہ رضامند نہیں ہوئے اور ہمیشہ دربار شاہی اور امراء و
راء کے قرب سے دور رہے۔ اس بنا پر ان میں خودداری، عزت نفس اور آزاد طبعی کے اوصاف بدرجہ کامل پائے جاتے
تھے اور ہر معاملہ میں وہ اپنی رائے کا اظہار بیدھڑک کرتے تھے۔ ان وجوہ سے اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ علامہ ابن
یر طبری کا جو مرتبہ و مقام تفسیر، حدیث اور فقہ و علم قرأت میں ہے ان کا وہی مرتبہ و مقام بحیثیت ایک جلیل القدر
ارخ کے بھی ہے۔ چنانچہ جس طرح ان کی تفسیر کا شمار امہات کتب تفسیر میں ہے[1] اسی طرح تاریخ ان کی نہایت ضخیم تاریخ
سلام کا نہایت اہم مآخذ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت امام شافعیؒ کا مشہور قول ہے۔

الفقہاء کلہم عیال علی ابی حنیفۃ (تمام فقہاء ابوحنیفہؒ پر بھروسہ کرتے ہیں) تاریخ میں یہی حیثیت ابن جریر
ری کی ہے۔ چنانچہ ان کے بعد جتنے مورخین پیدا ہوئے انہوں نے ان پر اعتماد کیا۔ اور ان کی تاریخ کو اپنے لئے بطور مآخذ
ے استعمال کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابن اثیر جو خود ایک بلند مرتبہ مورخ ہیں ان کی تاریخ تو ایک بڑی حد تک تاریخ ابن
یر ہی کا ایک چربہ ہے چنانچہ مقدمہ کتاب میں وہ خود لکھتے ہیں:-

"میں نے اپنی تاریخ کا آغاز اس عظیم الشان تاریخ سے کیا ہے جس کو امام ابوجعفر الطبری نے
تصنیف کیا ہے، کیونکہ وہ ایک ایسی کتاب ہے جس پر سب نے اعتماد کیا ہے"

اس کے بعد کہتے ہیں:-

"میں نے ابوجعفر الطبری کے تمام تراجم (حالات و واقعات) کو لے لیا ہے۔ اور ان میں کہیں بھی اپنی
طرف سے کوئی بات نہیں لکھی"

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"ابن اثیر خود جلیل القدر مورخ تھے ان کا طبری پر یہ اعتماد اس بات کی دلیل ہے کہ تاریخ ابن جریر
طبری کا بعد کے مورخین پر کس درجہ عمیق اثر تھا"[2]

**تاریخ طبری کا نقص** لیکن تاریخ طبری کی اس اہمیت و عظمت کے باوجود یہ یاد رکھنا چاہئے کہ طبری نے اپنی تاریخ
میں تنقید و تنقیح کے بغیر وہ تمام روایات یک جا کردی ہیں جو ان کو پہلی اور دوسری صدی کے مورخین کی کتابوں میں (جو
اب معدوم ہیں اور ہم تک نہیں پہنچیں) دستیاب ہوئیں یا جن کو انہوں نے اپنے ہمعصر راویوں سے سنا[3]

---

[1] محمد ابوالفضل ابراہیم نے تاریخ طبری جلد اول کے اپنے مقدمہ میں علامہ ابن جریر طبری کی ۲۶ کتابوں کی نشان دہی
کی ہے [2] الذکری الالفیہ للشیخ الطوسی طبع ایران ص ۱۱۴ [3] تاریخ طبری کے مآخذ پر "موارد تاریخ الطبری" کے زیر عنوان ڈاکٹر جواد علی نے
ایک مقالہ لکھا ہے جو "المجمع العلمی العراقی" کی جلد سوم میں شائع ہوا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ طبری کے یہ سب مآخذ یکساں نہیں تھے۔ بلکہ مختلف امیال وعواطف اور رجحانات کے لوگ تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو تاریخ کے مدنی اسکول سے تعلق رکھتے تھے اور وہ بھی تھے جن کا تعلق کوفہ و بصرہ سے (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا مرکز تھی۔ یا ایران سے تھا جہاں شیعیت کا زیادہ زور تھا۔ پھر ان راویوں میں وہ بھی تھے جن کو علماء اسماء الرجال نے ثقہ اور معتبر تسلیم کیا ہے اور وہ بھی تھے جن کی روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے ہو گا۔ اس میں ہم صرف ان راویوں کا ذکر کریں گے جن کو طبری نے خلافت عثمانی کے تذکرہ میں بطور اپنے مآخذ کے استعمال کیا ہے۔

**واقدی** ان میں ایک اہم ماخذ محمد بن عمر الواقدی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ بحیثیت محدث کے ان کا مرتبہ و مقام خواہ کچھ ہی ہو ایک نہایت وسیع المعلومات اور بلند مرتبہ مورخ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ مامون الرشید کے عہد میں یہ قاضی بھی تھے۔ تاہم کبر سن، عوارض و اسقام اور بعض حوادث کے باعث واقدی میں سوءِ حفظ، نسیان اور عدم تثبت کے جو امراض پیدا ہو گئے تھے، حدیث کی طرح ان کی تاریخ بھی اس سے غیر متاثر نہیں رہ سکتی تھی۔

**ابن سعد** دوسرا ماخذ محمد بن سعد (۱۶۸ھ تا ۲۳۰ھ) اپنے شیخ محمد بن عمر الواقدی کی طرح انہوں نے بھی تحصیل علم اولاً مدینہ اور پھر بغداد میں کی۔ واقدی کے شاگرد بھی تھے اور کاتب بھی۔ محدثین نے ان کی مدح کی ہے خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

"محمد بن سعد ہم لوگوں کے نزدیک ارباب عدالت میں سے ہیں۔ اور ان کی روایات ان کے صدق پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ وہ روایت میں چھان بین بہت کرتے ہیں" (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۲۱)

**علی بن محمد المدائنی** تیسرا ماخذ علی بن محمد المدائنی ہیں۔ ان کی پیدائش بصرہ میں ۱۳۵ھ میں ہوئی۔ مدائن میں جا بسے تھے اسی لئے مدائنی کہلاتے ہیں۔ ۲۲۵ھ میں وفات ہوئی۔ نہایت فاضل اور کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی کوئی کتاب اب دستیاب نہیں۔ لیکن طبری۔ بلاذری۔ ابن عبدربہ اور ابو العباس المبرد۔ ابو الفرج اصفہانی اور مسعودی وغیرہم نے ان کتابوں سے استفادہ کیا تھا۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:۔

"مدائنی امام الناس، اخبار و انساب عرب، فتوح و مغازی اور شعر و ادب کے بڑے عالم اور ان کی روایات کرنے میں سچے تھے" (تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۲۱)

محدثین ان پر طعن نہیں کرتے۔ یحییٰ بن معین جو مشہور ناقد حدیث ہیں مدائنی کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۵۵)

**ابو مخنف لوط بن یحییٰ** طبری کے ایک اہم مآخذ یہ بھی ہیں۔ ان کے دادا جن کا نام مخنف تھا۔ صحابی اور اصحاب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے تھے۔ اسی بنا پر صاحب الفہرست ندیم کے قول کے مطابق پوتے میں بھی تشیع تھا۔ صاحب القاموس کی رائے ہے کہ

وہ داستان گو (اخباری) اور شیعی المسلک تھے۔ ان کی روایات متروک تھیں۔ محدثین نے بھی ان کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے ان کا بیان ہے کہ ابو مخنف مجہول و نامعلوم افراد سے روایات نقل کرتے تھے۔ ۱۵۷ھ میں انتقال کیا۔

(ضحی الاسلام احمد امین ج ۲ ص ۳۴۴)

ان وجوہ کے باعث جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ اگرچہ ابو مخنف کثیر التصانیف والرسائل تھے ان کی روایات قبول کرنے میں ارباب علم و بصیرت بہت محتاط رہے ہیں۔ احمد امین لکھتے ہیں:۔

"طبری نے ابو مخنف کی جو روایات نقل کی ہیں۔ قاری کو چاہئے کہ وہ روایات طبری سے الگ کرلے اور پھر دیکھے کہ ان سے کیا نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔

چنانچہ مشہور جرمن مستشرق ولہازن (J. WELLHANSON) جس نے اپنی کتاب "عرب سلطنت اور اس کا سقوط" (THE ARAB KINGDOM AND ITS FALL) میں ابو مخنف سے روایات نقل کی ہیں لیکن ساتھ ساتھ اس پر جرح اور تنقید بھی کرتے گئے ہیں۔ ولہازن کی کتاب جرمنی سے انگریزی میں منتقل ہوئی۔ اور اس کا عربی ترجمہ براہ راست جرمنی زبان سے، ڈاکٹر یوسف العش نے "سقوط الدولۃ العربیۃ" کے نام سے کیا۔ فاضل مترجم بھی موقع بموقع حواشی میں ولہازن کے بعض بیانات پر کلام کرتے گئے ہیں۔

**سیف بن عمر** | طبری کے ایک نہایت اہم مآخذ سیف عمر الکوفی الاسدی التیمی المتوفی ۱۸۰ھ ہیں۔ ڈاکٹر جواد علی کے بیان کے مطابق تاریخ طبری میں سیف جن کا نام ۳۰۰ مرتبہ سے بھی زیادہ آیا ہے۔ سیف بن عمر نے عہد صدیقی میں فتنۂ ارتداد، فتوح و مغازی اور حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض کی خلافت کے واقعات اور جنگ جمل و صفین پر متعدد رسالے لکھے تھے جو ہم تک نہیں پہنچے۔ طبری نے ان سے استفادہ کیا ہے لیکن سیف ابن عمر کا شیخ جابر الجعفی الکوفی تھا جو ایک شیعہ عالم تھا اور خود سیف کا تعلق قبیلہ تمیم سے تھا۔ اس لئے سیف بن عمر کی روایت میں شیعیت اور قبیلہ تمیم کے لئے شدید عصبیت پائی جاتی ہے۔ اسی بنا پر محدثین اور ارباب تحقیق نے سیف بن عمر کی روایات کو مجروح اور ضعیف ہی نہیں بلکہ من گھڑت قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:۔ کہ محدثین سیف بن عمر کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ وہ حدیث وضع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے ان کو زندقہ سے منسوب کیا ہے[1]

مستشرقین میں ولہازن۔ کائتانی اور بروکلمن کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ اگرچہ سیف بن عمر کی روایات نہایت مفصل اور مرتب ہوتی ہیں۔ لیکن ان میں صحت کا وہ اہتمام نہیں ہوتا جو دوسروں کے ہاں ہوتا ہے اور اس میں عصبیت بھی پائی جاتی ہے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۹۵

علاوہ ازیں اس میں دقتِ نظر بھی ہے۔[1]

السری | پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ طبری اور سیف بن عمر کی جو روایات نقل کرتے ہیں اکثر و بیشتر السری سے بواسطہ شعیب نقل کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں کبھی وہ کتب الی السری کہتے ہیں۔ کبھی ذکر عن السری اور کبھی عن شعیب کہتے ہیں۔ یہ السری اور شعیب کون ہیں؟ السری کے والد کا نام یحییٰ تھا اور طبری کے شیخ تھے۔ رہے شعیب، تو حافظ ابن حجر ان کے متعلق کہتے ہیں:۔

"یہ شخص معروف نہیں مجہول ہے۔ یہ بہت سی روایات اور اخبار کا راوی ہے۔ لیکن ان میں نکارت پائی جاتی ہے۔ اس کا پورا نام شعیب بن ابراہیم الکوفی ہے"۔ ڈاکٹر جواد علی اس قدر لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:۔

ہم کو اس بات کا افسوس ہے کہ اگرچہ السری بن یحییٰ اور شعیب بن ابراہیم الکوفی، راویہ سیف بن عمر کے نام طبری میں بڑی کثرت اور افراط سے آئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم ان سے واقف نہیں ہیں۔[2]

اس سے اندازہ ہوگا کہ جب صورت حال یہ ہے۔ جو اوپر مذکور ہوئی تو پھر سیف ابن عمر کی روایات جو طبری میں منقول ہیں صحت اور استناد کے اعتبار سے وہ کس پایہ اور مرتبہ کی ہوں گی؟

عمر بن شبہ | طبری کے مآخذ عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ربطہ ابو زید البصری متوفی ۲۶۲ھ ہیں۔ یہ اپنے عہد کے مشہور مورخ ہیں۔ انہوں نے حدیث کا سماع ابن مہدی طیالسی اور قطان سے کیا تھا۔ ادب اور تاریخ میں ان کے شیخ اصمعی تھے علی بن محمد المدائنی سے بھی تاریخ میں اکتساب فیض کیا تھا۔ ندیم نے ان کی تصنیفات کی تعداد ۲۰ بتائی ہے۔ جن لوگوں نے ان سے روایات لی ہیں ان میں مشہور محدث ابن ماجہ، احمد بن یحییٰ الثعلب النحوی۔ احمد بن یحییٰ البلاذری اور ابن ابی الدنیا ابوبکر عبداللہ بن محمد شامل ہیں۔ طبری نے عمر بن شبہ کی تمام کتب پڑھی تھیں۔ اور ان سے روایات سنی بھی تھیں طبری میں سو مرتبہ ان کا نام آیا ہے۔ (مجلۃ المجمع العلمی العراقی ج ۳ جز اول ۱۴۳ تا ۱۴۲)

روایات میں تضاد | خلافت عثمانی سے متعلق طبری کے مآخذ چند اور افراد بھی ہیں۔ لیکن وہ چنداں اہم نہیں ہیں ہم نے اوپر جن مآخذ کا ذکر کیا ہے۔ ان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ طبری نے روایات کے اخذ و نقل کرنے میں کسی ایک مکتبۂ خیال کی پیروی نہیں کی۔ بلکہ ان کو کسی بھی قسم کی جو روایت کسی سے ملی ہے اس کو تحقیق و تنقید کے بغیر اپنی "تاریخ" میں درج کر دیا ہے۔ کیونکہ قدما کی کتابیں ناپید ہوتی جاتی تھیں اور توقع نہیں تھی کہ آئندہ نسلیں ان سے بہرہ یاب ہو سکیں گی۔ اس بنا پر کوئی شبہ نہیں امام ابو جعفر طبری کا یہ کارنامہ نہایت عظیم الشان ہے۔ اور وہ اس پر عالم اسلام کے شکریہ کے بجا طور پر مستحق ہیں لیکن تاریخ کی اس جامعیت و ہمہ گیری کا ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ تاریخ طبری ہر قسم کی صحیح اور موضوع۔ مستند اور غیر مستند۔ قوی اور ضعیف روایات کا سنگم ہو گئی اور اس میں ایسی روایات جمع ہو گئیں۔ جن کی

---

[1] المجمع العلمی العراقی ج ۳ ص ۴۹　[2] ایضاً

تردید و تغلیط خود طبری کی دوسری روایات یا بعض دوسرے معتبر مورخین کے بیانات سے ہوتی ہے۔ ہم ذیل میں اس کی چند مثالیں نقل کرتے ہیں۔

روایات میں تضاد کی چند مثالیں | ۱۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے سوال کے جواب میں جب حضرت عثمانؓ نے اتباع سیرت نبویؐ و سیرت شیخین کا حتمی وعدہ کر لیا تو خود حضرت علی رضؓ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے کہا۔ "بس اب جب کہ عثمان اس کا وعدہ کرتے ہیں تو پھر دیر کیا ہے؟ بسم اللہ کیجئے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف نے بیعت خلافت کی۔ اور آپ کے بعد فوراً حضرت علی نے بیعت کی۔

لیکن اس کے بالمقابل دوسری روایت یہ ہے کہ:۔

"جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تو حضرت علی رضؓ نے بیعت نہیں کی اور ناراض ہو کر جانے لگے۔ اس پر اہل شوریٰ نے ان کو پکڑ لیا اور دھمکی دی کہ فوراً بیعت کیجئے ورنہ ہم سختی سے پیش آئیں گے۔ اس پر حضرت علیؓ نے بیعت کی۔"

یہ دونوں روایتیں طبری میں ہیں۔ اور انساب الاشراف بلاذری ج ۵ ص ۲۲ میں بھی ہے۔ انساب الاشراف میں مذکورہ بالا روایت کے فوراً بعد ایک روایت عبداللہ بن عباس کی یہ بھی ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| انّ علیًّا اوّل من بایع عثمان من اصحاب الشوریٰ بعد عبد الرحمٰن بن عوف ولم یتلعثم | یعنی علی ہی پہلے ممبر شوریٰ تھے جنہوں نے عثمان سے عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد بیعت کی اور اس میں ذرا نہیں ہچکچائے۔ |

ان دونوں روایتوں میں چونکہ باہم تناقض ہے اس لئے یقیناً ایک روایت صادق ہوگی اور دوسری کاذب۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں کہ جس روایت میں عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد فوراً بے چون و چرا بیعت کر لینے کا ذکر ہے وہ صحیح ہے کیونکہ دوسری روایت حضرت علی کی شان اور مرتبہ سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی[1]

۲۔ اسی طرح طبری نے سیف بن عمر کے حوالہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

"حضرت عثمان رضؓ نے سعد بن ابی وقاص رضؓ کو کوفہ کی گورنری سے جو معزول کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ موخر الذکر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے جو خزانچی تھے۔ بیت المال سے ایک رقم بطور قرض لی تھی۔ لیکن جب عبداللہ بن مسعود نے رقم کی واپسی کا تقاضا کیا تو سعد رضؓ نے کچھ مہلت طلب کی۔ عبداللہ بن مسعود اس پر راضی نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا بڑھا اور نوبت سخت کلامی اور سب و شتم تک پہنچی۔ پبلک میں کچھ لوگ ادھر ہو گئے اور کچھ ادھر۔ صورت فساد کی ہو گئی

---

[1] تذکرۂ عثمان ص ۴۴

حضرت عثمان رضؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے عبداللہ بن مسعود رضؓ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ لیکن سعد بن وقاص کو گورنری سے معزول کر دیا۔"

طبری کے تتبع میں ابن اثیر نے الکامل میں اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں بھی معزولی کا یہی سبب لکھا ہے لیکن حق یہ ہے کہ سیف بن عمر کا یہ بیان درست نہیں ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سعد بن وقاص رضؓ خود صاحب دولت و ثروت تھے اور اس وقت گورنر بھی تھے اس بنا پر اولاً تو ان کو بیت المال سے قرض لینے کی ضرورت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر انہوں نے قرض لیا بھی تھا تو مقررہ وقت پر قرض کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی تھی؟

۲۔ پھر سعد بن وقاص کا مزید مہلت طلب کرنا اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا اس پر رضامند نہ ہونا اور "نتیجۃً" دونوں میں سب و شتم جس کا ذکر روایت میں ہے یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود ایسے اکابر صحابہ کی شان سے فروتر اور مستبعد ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی انہیں وجوہ کے باعث اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے۔ (تذکرۂ عثمان ص ۱۴۴)

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوفہ کی گورنری سے معزولی کا سبب یہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ جیسا کہ بلاذری نے فتوح البلدان کے باب تمصیر الکوفہ میں لکھا ہے کہ کوفہ کے لوگ عجیب و غریب فطرت کے انسان تھے۔ عہدِ فاروقی میں بھی ان کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے ہاں کوئی گورنر مقرر ہو کے آتا تھا تو ابتدا میں اس سے یہ خوش رہتے تھے اور کچھ مدت گذرنے کے بعد ان کے خلاف اس کثرت سے شکایت دربارِ خلافت میں پہنچانی شروع کر دیتے تھے کہ حضرت عمرؓ بھی گورنر کو معزول کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا۔ ان کو حضرت عمرؓ نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ ابھی ان کو یہاں آتے ہوئے ایک برس چند ماہ ہوئے تھے کہ اہل کوفہ نے ان کی نہایت لغو اور بے ہودہ شکایات پہنچانی شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ سب شکایات بے سروپا اور بے بنیاد ہیں۔ تاہم انتظامی مصلحت سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ معزول کر دئیے گئے۔ اس وقت انہوں نے اہل کوفہ کے حق میں بددعا کی اور زبان سے بے ساختہ نکلا۔

اللّٰھم لا ترض عنھم امیرا ولا ترضھم بامیر — اے اللہ! ایسا کر کہ نہ کوئی گورنر اہل کوفہ سے خوش رہے اور نہ یہ کسی گورنر سے مطمئن رہیں

حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کو محض انتظامی مصلحت سے معزول کیا تھا۔ ورنہ ان پر کسی قسم کا الزام نہیں تھا۔ اسی بنا پر آپ نے اپنے جانشین کو حضرت سعد رضؓ کی گورنری کی وصیت کی تھی۔ اس وصیت کا ہی پاس و لحاظ تھا کہ حضرت عثمان رضؓ نے حضرت سعد کو پھر دوبارہ کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ کوفہ کے

کے لوگ آخر وہی تو تھے جنہوں نے غلط سلط شکایات کا طومار باندھ کر عمرؓ فاروق ایسے خلیفہ کو حضرت سعدؓ کے عزل پر مجبور کر دیا تھا۔ اب حضرت عثمانؓ کے عہد میں وہ ان کو کس طرح گوارا کر سکتے تھے؟ اس بنا پر ہمارا قیاس ہے کہ اہلِ کوفہ نے اس مرتبہ پھر حضرت سعد کی شکایات پہنچانی شروع کر دی ہوں گی۔ اور خلیفۂ دوم کی طرح خلیفۂ سوم نے بھی محض انتظامی مصلحت سے ان کو معزول کیا ہو گا۔

اس قیاس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ بلاذری نے عہدِ فاروقی میں حضرت سعد کی گورنری سے معزولی کی داستان تو بڑی تفصیل سے لکھی ہے۔ لیکن عہدِ عثمانی کے سلسلہ میں صرف اتنا مذکور ہے کہ حضرت عثمان نے سعد بن ابی وقاصؓ کو گورنر بنایا۔ اور ایک زمانہ بعد انہیں معزول کر دیا، کیوں؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ عزلِ عمال وامراء کے بارے میں حضرت عثمان کی پالیسی کیا تھی؟ اس کے متعلق خود طبری کا بیان ہے۔

كَانَ لَا يَعْزِلُ اَحَدًا اِلَّا عَنْ شَكَاةٍ اَوِ اسْتِعْفَاءٍ مِنْ غَيْرِ شَكَاةٍ۔

حضرت عثمان کسی عہدہ دار کو اسی وقت معزول کرتے تھے جب کہ اس کے خلاف شکایت ہوتی تھی، یا شکایت کے بغیر وہ خود مستعفی ہو جاتا تھا۔

اس سے بھی معلوم یہی ہوتا ہے کہ اہلِ کوفہ نے حسبِ عادت حضرت سعدؓ کی شکایات کی ہوں گی اور اس بنا پر حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کیا ہو گا۔

طبری نے ایک روایت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ بھی حضرت عثمانؓ سے ناخوش اور ان کے خلاف باغیوں سے سازباز کئے ہوئے تھے اور انہوں نے باغیوں کو خطوط لکھ کر مدینہ پر چڑھائی کی دعوت دی تھی۔

ابنِ کثیر نے مفصل بحث کر کے اس افسانہ کی پرزور تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ باغیوں نے خود صحابہ کرام کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر اطراف و اکنافِ ملک میں روانہ کئے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۷۵)

حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت سے متعلق روایات کس درجہ گوناگوں رطب و یابس کا مجموعہ ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو گا کہ اگرچہ طبری کا مطمحِ نظر جمعِ اقوال و روایات تھا۔ لیکن اس کے باوجود بہت سی روایات اس درجہ شنیع اور ناقابلِ ذکر و بیان تھیں۔ کہ خود ابن جریر طبری بھی ان کو نقل کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"مدینہ پر مصریوں کی چڑھائی کے اسباب کے بارے میں واقدی نے بہت کچھ کہا ہے۔ ہم نے ان میں سے بعض چیزیں بیان کی ہیں۔ لیکن بعض چیزیں نظر انداز بھی کر دی ہیں۔ کیونکہ اپنی شناعت و قباحت کے باعث وہ ناگفتہ بہ تھیں۔"

(البدایۃ والنہایۃ ج ۴ صـ ۳۵۶) (باقی صـ ۴۶ پر)

makers of the finest poplins

STM-1/79

 Crescent Communications International

مولانا عبدالقیوم حقانی

قسط ۱۳

بسلسلہ ارباب علم وکمال اور پیشۂ رزق حلال

# لکڑہاروں اور بڑھیوں کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے ارباب فضل وکمال

## علامہ سمعانی سے ملاقات

عشق ومحبت میں سیری کہاں علم ومعرفت کی انتہا نہیں ۔فیض وافادہ کے نقطۂ آخر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ صبح کی حاضری اور استفادہ نے دوپہر کی نیند اچاٹ کر دی۔ علم ومعرفت کی کہانی، اور پھر علامہ عبدالکریم سمعانیؒ کی زبانی ؎

دنیا بغیر عشق ہمیں ناپسند ہے　　　یوسف نہیں تو مصر کا بازار کیا کریں

یہ جلوۂ حسن کا جمالِ عالمتاب تھا اور یا عشق ومحبت کی صداقت کی کرامت تھی۔ کہ حضرت سلطان العارفین بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر محو کر رکھا تھا کہ دوسری جانب فرصت یک نظر بھی نہ تھی۔ ہمارا خیال بایزید والا نہ سہی مگر سمت تو وہی ہے اور راستہ بھی اس انداز کا ہے۔ دراصل واقعہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ حضرت بایزیدؒ کے شیخ حضرت سید جعفر بن امام کاظمؒ نے ایک بار طاقچہ سے کتاب مانگی تو بایزید نے جواباً دریافت کیا، حضرت! کونسا طاقچہ؟ اس پر شیخ نے فرمایا ؎

در حجرہ زسالہا مکینی　　　ایں طاق بر سر چرا نہ بینی

تو حضرت نے عرض کیا ؎

نہ آں دم کہ بخدمتِ حضورم　　　از کثرتِ جلوہ غرق نورم
من فرصت یک نظر نیابم　　　کز حسن شما نظر بتابم
ہر لحظہ نگاہ من بسوئیست　　　چشم من و آفتاب روئیست
از غیر وجود تو خبر نیست　　　جز تابِ رُخت بکس نظر نیست

مجبور زجذبِ حسن یارم
دارم نظر و نظر نہ دارم

مجھے بھی ذالحجہ ۱۴۰۸ھ کی چوتھی تاریخ کو صبح کے بعد اب دوپہر کو پھر حضرت سمعانیؒ کے حضور باریابی کا شرف

حاصل ہوا۔ دلِ بےتاب کے ہاتھوں مجبور و معذور، دوپہر کا قیلولہ بھی صرف دومنٹ لیٹ کر سنت ادا کر لینے تک تو کر لیا۔ مگر آرام کہاں۔ یہ داستانِ محبت ہے یہ دنیا ہی دوسری ہے یہ تو علم و مطالعہ اور استفادہ و فیض کا بازار ہے یہاں کی تہذیب جدا ہے اطوار جدا ہیں یہاں کا رنگ و جلوہ جدا ہے۔ کیسے بتایا جائے کہ اس میں لطف و کیف کی کیسی بہاریں ہیں ؎

از لطفِ خلاقِ زماں — داریم ممتاز از جہاں
وضعے دگر طرزے دگر — ذوقے دگر شوقے دگر

علامہ عبدالکریم سمعانیؒ سے ہماری ملاقاتوں کی تمام روئیدادیں پڑھتے جائیے "وضع دگر، طرزِ دگر، ذوقے دگر، شوقے دگر" کی جھلکیاں نظر آتی چلی جائیں گی۔ ممکن ہے بعض دوستوں کو ہمارا یہ طرزِ تحریر اور افشائے راز ناگوار بھی ہو بعض گوارا کر بھی لیں۔ تاہم نقطۂ اعتراض پھر بھی دیکھتے چلے جائیں۔ اور ممکن ہے ہماری طرح کے بعض شوریدہ سروں اور از خود رفتہ آشفتہ سروں کو اس داستان کا سارا سراپا ہی حسن و جمال کا مرقع نظر آئے اور بعض ہوشیاروں کو ہماری دیوانگی پر ہنسی بھی آجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ؎

سودا نہیں، جنوں نہیں دیوانہ پن نہیں — جینا ہے گر یہی تو یہ جینے کا فن نہیں
راحت سے احتیاط اور مصیبت سے انبساط — عاجز یہ اور کیا ہے جو دیوانہ پن نہیں

اپنی طبعی افتاد، کچھ دیوانگی اور آشفتہ سری، کچھ جنون اور از خود رفتگی نے پھر سے علامہ عبدالکریم سمعانیؒ کی الانساب کے آئینہ میں ان کی زیارت و ملاقات کا موقعہ بہم پہنچا دیا استفادہ اور کسبِ فیض کے یہ لمحات ہیں جو ہر لحاظ سے قیمتی اور زندگی بھر میں یاد رکھنے کا سرمایہ ہیں ؎

وہ رات اہلِ گلستاں کبھی نہ بھولیں گے — جو زیرِ سایۂ زلفِ بہار گذری ہے

حاضرِ خدمت ہوا۔ کتابی اور مطالعاتی ملاقات میں علامہ سمعانی نے پھر اپنی گراں قدر تالیف "الانساب" کا ورق ۱۷۱ کھول دیا۔ جس کی سرخی "حطاب" تھی۔ آج انہوں نے ہمیں علماء اور فضلاء جو حطابی کا کام کرتے تھے اور خدمتِ دین میں مصروف تھے کا تذکرہ سنانے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ حطاب اس شخص کو کہتے ہیں جو جنگل اور صحرا سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر شہر و بازار میں لاتا ہے اور مناسب داموں فروخت کرتا ہے۔ یہ بھی محنت و مزدوری اور رزقِ حلال کا ایک اچھا پیشہ ہے۔ اس پیشہ کو بھی بڑے بڑے ائمہ فضلاء اور مشائخ نے اختیار کیا اور اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کی پاک کمائی سے اپنے بچوں کا پیٹ پالا۔ اردو میں انہیں لکڑہارے کہتے ہیں۔ یہ دین کا معجزہ ہے اور اسلام کی آفاقی صداقت کی نشانی ہے کہ لکڑہاروں میں دینِ اسلام اور علمِ دین کی روشنی پھیلی ہے۔ اور ان کے جھونپڑے علمِ دین کی دولت سے رشکِ فردوس بنے ہیں۔

ارشاد فرمایا۔ زید بن عبدالحمید حطاب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور پارسا بزرگ تھے۔ ان کی علمی عظمتوں کی ایک دنیا قائل تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ان سے اور اہل مدینہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ بے چارے علم وفضل کے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود لکڑہارے تھے۔ جنگلوں سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر شہر اور بازار میں بیچتے تھے۔ اس سے جو کمائی ہوتی، اسی قوت لایموت پر گذر اوقات کرتے۔ امام اوزاعی نے لکڑہاروں میں انہیں تابعی قرار دیا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے عمل اور کردار سے اپنی عزت اور وقار کا تحفظ کیا۔ کہ علماء کی عزت علم کی عزت ہے۔ زندگی بھر سعید اور صابر بن کر رہے۔ بنگلوں اور کوٹھیوں کا تصور بھی ان کے ہاں نہ تھا۔ لباس کے معیار وہ کب جانتے تھے۔ انہیں تو صرف اپنے ایک مقصد اور منزل سے عشق تھا۔ وہ علم پر عمل اور خدا کی رضا کا حصول تھا۔ خدا نے اس طلب صادق کے بدلے انہیں صاحب کمال بنا دیا۔ تو دنیا و آخرت میں سرخروئی کی سعادت مندیوں سے سرفراز ہوئے۔

ابوبکر بن حسین لکڑہارے کا تذکرہ ہوا تو علامہ سمعانیؒ نے بتایا کہ موصوف ۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے ۳۸۴ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث کی تحصیل اکابر و اعیان علم سے کی۔ ان کے اساتذہ میں ابوخلیفہ فضل بن حباب، جعفر بن محمد فریابی احمد بن حسین اور حسین بن اسحاق صوفی زیادہ مشہور ہیں۔ تحقیق اور مطالعہ ان کی طبیعت ثانیہ تھا۔ تدریس فطرت کا جز بن گئی تھی۔ علم دین ان کا جینا اور مرنا تھا۔ قدیم ذخیروں اور دفینوں کو کھنگال کھنگال کر علم و معرفت کے گوہر نایاب لٹواتے رہے ان کی جامع شخصیت کی نکھار و بہار کے پس منظر میں وہ یقین کی دولت تھی جو ان کے دل و دماغ کی تہہ میں پیوست ہو چکی تھی۔ علم کی تدریس تھی یا یقین و معرفت کی ایک مقناطیسی اور برقی قوت جس نے سینکڑوں اور ہزاروں کو متاثر کیا۔ ابوالقاسم عبداللہ بن عمر بن بقال، حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ جیسے اکابر ارباب علم وفضل اور اساطین علم نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

ابو ایوب سلیمان بن عبداللہ رقی لکڑہارے تھے۔ خیر و برکت، صدق و صفا کا مجسمہ تھے۔ یہی پیشہ تھا یہی کاروبار اور یہی ذریعہ معاش تھا۔ مگر مقصود منزل اور مطمح نظر خدمت دین اور اشاعت علم رہا۔ اپنے علم، عمل صالح اور صلاح و تقویٰ اور اسلامی سوسائٹی کی تشکیل اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں دلچسپی کی وجہ سے علمی اور دینی حلقوں میں بڑی عزت اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کی درسگاہ طالبین و معتقدین سے ہر وقت بھری پڑی رہتی تھی۔ مدرسہ میں طلبہ کی کثیر تعداد ہمہ وقت تحصیل علم میں مصروف رہتی۔ ان کا اعمالنامہ روشن اور پاکیزہ تھا۔ عقیدہ اور ایمان کی پختگی اور دعوت و خدمت علم اور اعلاء کلمۃ اللہ کی وجہ سے انہیں سخت آزمائشوں سے بھی گزرنا پڑا۔ مگر وہ ہر حال میں راسخ العزم ثابت القدم اور صابر و شاکر رہے۔ ابو ایوب سلیمان لکڑہارے حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے تلمیذ خاص ہیں۔ آپ کی نفاہت اور دیانت کے لئے یہ بات کافی ہے۔ کہ جب آپ مکۃ المکرمہ تشریف لے جا

رہتے تھے تو راستے ہیں کوفہ کے مقام پر امام ابوحفص عمر بن احمد نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور ہمیشہ اس کو فخر و امتیاز کے ساتھ بیان کیا۔

اسلام کا یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ بے چارے لکڑہارے بھی اسلامی علوم و معارف کی مسند پر جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کے علوم و معارف اور کنز و مخازن کی امانت کے محافظ اور ضامن بن کر، امامت و سیادت اور عزت و شرافت کے بلند مقام کو پہنچے ہیں اور پھر جب تاریخ پڑھیں تو حیرت ہوتی ہے اور خدا کی عظمتیں یاد آتی ہیں۔ کہ ان لکڑہاروں نے واقعۃً بھی جنگلوں کو دارالعلوم اور جامعات بنادیا تھا ۔

جلتا ہے چراغوں میں لہو اہلِ وفا کا
سنتے ہیں کہ رنگین تیری شام بہت ہے

تذکرہ تو لکڑہاروں کا چل رہا تھا لکڑی اور حطابی کی مناسبت سے نجاری، بڑھئی کا ذکر چل نکلا۔ بڑا مزہ آیا، لطف و کیف کی انتہا نہ رہی۔ جب علامہ سمعانی نے الانساب کا ورق ۵۵۹ بھی اپنے دل کی طرح کھول کر سامنے رکھ دیا۔

دیکھا اہل علم ہیں، ارباب فضل و کمال، صاحبان دین و دانش، محدثین ہیں، مفسرین ہیں۔ فقہا اور ائمہ وقت ہیں سب، بڑھئی تھے۔ سب اپنے ہاتھوں سے لکڑیاں تراشتے۔ لکڑی کا سامان بناتے۔ نجاری کے پیشہ پر فخر کرتے تھے۔ آج ایک محفل جمائے جلوہ آرا ہیں۔ دنیا میں بڑھئیوں کا کام کرتے اور رزق حلال کماتے تھے مگر علم و معرفت کے میدانوں میں کسی بھی طبقہ سے کم حصہ نہیں لیا۔ بڑھئیوں نے بھی کاروانِ علم و فضل کے شانہ بشانہ چل کر منزلِ مقصود پائی ہے ۔

یہ دھوم آپ کی زنجیر کی نہیں ہوتی
ہمارا پاؤں اگر درمیاں نہیں ہوتا

صالح بن دینار نجار تھے۔ بڑھئیوں کا کام کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں قیام تھا۔ سکونت بھی وہیں کی تھی۔ تابعیت کے شرف سے مشرف تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضؓ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ ان کا خاص وصف یہ تھا کہ وہ قناعت و سادگی، زہد و ضبط نفس کو ترجیح دیتے تھے۔ جاہ و منصب کے سحر و طلسم سے آزاد ہونے اور زندگی کے رنگین، خوشنما اور کھوکھلے مظاہر سے بے اعتنائی کرتے تھے۔ ان کے نزدیک کثرت معلومات، علم و مطالعہ کی زیادتی، طلاقت لسانی زور خطابت اور آرائش و زیبائش اسلامی انقلاب کا ذریعہ نہیں بلکہ زندہ ضمیر اور صلاح و تقوٰی کے بغیر رضائے خدا کا حصول ناممکن سمجھتے تھے۔ وہ انسانوں میں ایسا دل پیدا کرنا چاہتے تھے جو زندگی اور ایمان و یقین کی دولت سے مالامال ہو۔ اس میں اپنے اور پرائے کی تمیز کو ناروا سمجھتے تھے ۔

اپنا تو کام ہے کہ جلاتے چلو چراغ
رستے میں خواہ دوست کہ دشمن کا گھر ملے

ابوبکر محمد بن جعفر بھی نجار تھے بڑھئی ہونا ان کے لئے قابلِ فخر نسبت تھی ثقہ بزرگ محدث اور

حدیث کے کامیاب استاد تھے قرآن کا خصوصی شغف تھا۔ حفظ القرآن کا خصوصیت سے اہتمام کرتے تھے۔ ابو محمد نحوی تو معروف ہی ابن النجار تھے۔ کوفی تھے ثقہ اور جید عالم تھے علم حدیث کی تحصیل کا شوق ابھرا تو اپنے وقت کے عظیم اور مشاہیر محدثین محمد بن حسین اشنانی، عبداللہ بن ثابت حریری۔ اسحاق بن محمد۔ ابو رؤف احمد بن بکر۔ ابو بکر محمد بن یحیٰی صوفی جیسے عظیم اساتذہ حدیث کی خدمت میں پہنچے۔ زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک علم و فضل میں کمال حاصل نہ کر لیا۔ پھر حدیث اور خدمت علم کے ساتھ ساتھ بڑھیوں کا کام کیا حمیت اسلامی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ قرآن و حدیث اور اجتہاد و استنباطِ مسائل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دیدہ وری اور نکتہ سنجی کی غیر معمولی دولت سے نوازا تھا اور پھر اللہ نے ان پر کرم فرمایا کہ ان کو خدمت و اشاعت علم کے لئے ایک بے چین روح اور مضطرب قلب مرحمت فرمایا تھا۔ ان کی ذہانت و عالی ظرفی۔ ان کی اولوالعزمی و ثابت قدمی اور حوصلہ مندی اور شفقت اور ہمدردی نے انہیں بڑا بنا دیا۔ اور اس میں نجاری آڑے نہیں آئی۔

ابو القاسم زہری، محمد بن احمد عکبری ان کی در دولت اور درسگاہ علم میں پہنچے اور کسب فیض کو سعادت و سند سمجھا۔ اپنے زمانہ کے عظیم انسان اور شیخ الکوفہ تھے۔ ۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۰۲ھ میں کوفہ میں ان کی وفات ہوئی۔

اس کے بعد علامہ سمعانی نے ابو سلیمان بن داؤد نجار کا ذکر چھیڑا۔ ارشاد فرمایا۔

موصوف یمامی اور بصری تھے مگر نجاری کی نسبت سے زیادہ مشہور تھے۔ عمارہ بن عقبہ۔ یحییٰ بن مروان اور ابو تمامہ سے علم حدیث کی تحصیل اور تکمیل کی۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم رازی جیسے جبال علم و فضل نے ان سے تلمذ کو اپنے لئے فخر و امتیاز کا ذریعہ اور اخروی سعادتوں کا وسیلہ قرار دیا۔ زمانۂ طالب علمی سے ان کی نگاہ بلند مقاصد پر رہی اپنے محدود اور مخصوص ماحول میں رہ کر بھی انہوں نے اپنے خداداد کمالات، جوہر ذاتی اور استعداد و صلاحیت پر محنت کی اور اسے چمکایا، بڑھایا اور علمی و روحانی بلندیوں پر اپنا نشیمن بنایا۔

انہوں نے اپنی ضروریات کے لئے تو چھٹی کر دی اور بعض اوقات علمی اور دینی ضرورت کے پیش نظر بڑھئی کے کام سے چھٹی کر لی۔ فقر و فاقہ، عسر و افلاس تو برداشت کر لیا مگر تحصیل و اشاعت علم سے چھٹی نہیں کی ؎

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

دنیا کے مسافر، ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے اور ہر منزل پر جانے والے مسافر کے لئے تو آرام ہے۔ مگر علم کے اس مسافر نے اپنے اوپر راحت حرام کر لی تھی۔ جس کی برکت سے انہیں کمالات حاصل ہوئے۔ امتیاز و اختصاص اور صدق و اخلاص کی ایسی دولت لازوال حاصل ہوئی کہ جو سرمایہ دار کروڑوں کے صرفہ سے بھی نہیں خرید سکتے۔ موصوف ارباب خیر و صلاح کے شیخ و پیشوا مانے جاتے تھے۔ بڑے بڑے علماء وقت نے ان سے پڑھا اور پھر

سلسلہ در سلسلہ چلتا رہا۔ ابوحاتم نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں یحییٰ بن معین سے کہا کہ میں نے ان کو بصرہ میں بہت عافیت اور آرام کی حالت میں چھوڑا ہے۔ اس کے بعد یحییٰ بن معین نے ان کی زبردست تحسین و تعریف کی اور فرمایا کہ تم یوں کہو کہ میں نے بمامہ میں ان سے زیادہ علم حدیث کا سمجھنے والا کسی کو نہیں پایا ؛

---

بقیہ :- کچھنے یا اہل حق

جیسے روزی کمانے کے لئے نہ ہل جوتنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ نہ کھیتی باڑی نہ مزدوری اور نہ بار برداری کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ بلکہ پوری بے فکری اور راحت سے نہیں پکا پکایا رزق ملتا ہے۔ باقی لوگ ایک ایک نوالہ اور ایک وقت پیٹ بھرنے کے لئے شب و روز محنتوں اور مزدوریوں میں سرگرداں رہتے ہیں مگر یہ ہمارا زمرہ مساکین اس دور زوال میں بھی جب کہ لوگوں کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چبھتے ہیں۔ سب سے زیادہ فارغ البال اور مطمئن۔ یہ اسی حدیث کی صداقت ہے۔ جو امام ابوحنیفہؒ نے سنی اور بیان فرمائی۔

**انسانیت کا مابہ الامتیاز** ارشاد فرمایا علماء کے اس زمرہ میں شامل ہونا اور تعلیم و تعلم کی توفیق اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے۔ تخلیق اور پیدائش کی نعمت تو مشترکہ نعمت ہے جو نباتات، حیوانات، جمادات، فلکیات اور دیگر عناصر اور سب مخلوق میں پائی جاتی ہے مگر انسان کا مابہ الامتیاز علم الانسان مالم یعلم ہے۔ ہم سب موجودات ہیں۔ موجد خداوند تعالیٰ ہے۔ وجود اثر ربوبیت ہے۔ الحمد للہ رب العالمین وجود اسی شان ربوبیت کا مظہر ہے۔ جو مشترک ہے مگر علم امتیازی چیز ہے جو شان اکرمیت کا مظاہرہ ہے اسی کی بدولت ہمارے جد امجد کو خلافت ارضی کی نعمت ملی ؛

---

بقیہ :- ابن جریر

اسی طرح ایک اور موقع پر لکھتے ہیں :-

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین اسباب قتل کے بارہ میں جو باتیں بیان کرتے ہیں ان میں سے اکثر چیزوں کا ذکر ہم نے اس لئے نہیں کیا کہ وہ سب بے سروپا اور نظر انداز کر دینے کے قابل تھیں"

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۳۵۶)

طبری کے اس بیان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ طبری کے عہد میں اس قسم کی بے سروپا اور بے بنیاد روایات عام طور پر رائج اور زبان زد خلائق تھیں۔ طبری نے ان کو شائستہ اعتنا نہیں سمجھا۔ لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ بعض اور مورخین نے ان کو اپنی تاریخ کا جزو نہ بنایا ہوگا ؛

از مولانا محمد عبدالمعبود صاحب

# ترویجِ شریعت و غلبہ دین کی جدّوجہد

# اور

# حضرات صحابہؓ کا صبر و استقلال

جس دور میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ورودِ مسعود ہوا اُس وقت کفر و شرک اور پرستشِ غیر اللہ کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں نے فہم و فراست کے چراغ گُل کر رکھے تھے، انسانی ذہن عجائباتِ عالم کی رنگینیوں میں تھے، نگارستانِ عالم کی چمک دمک نے چشمِ بصیرت کو خیرہ کر رکھا تھا، غور و فکر کی جولانیاں محسوسات کی چار دیواری میں بند عقل کی بلند پروازیاں، ادراکِ ماوراء سے ناآشنا اور حریمِ معرفت سے کوسوں دور تھیں، قریشِ مکہ بلکہ پورے عرب پر جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔

دفعۃً افقِ مکہ پر برقِ تجلی چمکی، نورِ حق کا اجالا ہوا، ابھی آفتابِ عالمتابِ رسالت کی کرنیں پھوٹی ہی تھیں کہ خیرہ چشموں کی آنکھیں تابِ نظارہ نہ لاسکیں اور ہر چہار جانب سے ظلم و ستم کے خوفناک بادل اُمنڈنے لگے، یوں لگتا تھا کہ نورِ حق کی روح پرور روشنی کو کفر و طغیان کی تاریکیوں میں چھپا دیں گے۔ ایسے پُرخطر حالات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا علم بلند کیا، دعوتِ حق کو مٹانے کے لیے ہر طرف سے مخالفت کے طوفان اٹھنے لگے، مگر سیلِ صداقت برابر بڑھتا گیا، یہاں تک کہ ریگستانِ عرب کو رشکِ گلزار بنا دیا۔

لطافتِ طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا مایۂ ناز جوہر ہے اور اسی کے ذریعہ وہ پند و نصائح، تعلیم و تربیت اور رُشد و ہدایت کو قبول کر سکتا ہے، پھولوں کی پنکھڑیاں نسیمِ صبح کی خاموش حرکت سے بھی ہل جاتی ہیں، لیکن تناور درختوں کو بادِ صرصر بھی نہیں ہلا سکتی، شعاعِ نگاہ آئینہ کے اندر سے گذر جاتی ہے لیکن پہاڑوں میں فولادی تیر بھی نفوذ نہیں کرتے، بعینہٖ یہی حال انسان کا ہے۔

ایک لطیف الطبع، رقیق القلب اور اثر پذیر آدمی ہر دعوتِ حق کو بآسانی قبول کر لیتا ہے، لیکن سنگدل اور غلیظ القلب لوگوں پر بڑے سے بڑے معجزے بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے ــــ صحابہ کرامؓ جنہیں قدرت نے لطافتِ طبع رقتِ قلبی اور جبلّی اثر پذیری کے جواہرات سے نوازا تھا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کیمیا اثر نے انہیں ایسا نکھارا کہ آنِ واحد میں کائنات کی آنکھ کا تارا بنا دیا، آپؐ کی صرف ایک نظر سے وہ رُوحانی مراتب طے ہو جاتے تھے جو ہزاہا سال

کی ریاضت و مجاہدہ سے بھی حاصل ہو جائیں تو ارزاں ہیں۔

آج کوئی شخص اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا کہ جس وقت آپؐ نے جان جوکھوں میں ڈال کر تنِ تنہا دعوت توحید کا علم بلند کیا تو آپؐ کے سامنے ایسا خوفناک منظر تھا کہ دیکھنے والوں کے دل دہل جاتے اور ہاتھ و پاؤں پر کپکپی طاری ہو جاتی، لیکن ایمان والوں کی مصیبت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ ضعیف الاعتقاد انسان مصائب کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں نے سربکف ہو کر ہر قسم کی تکالیف کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔

○ امام المؤذنین بالصلوٰۃ والفلاح سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوتِ توحید قبول کرنے کے جرم میں اس قدر کربناک ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا جس کے تذکرہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انہیں درّے مارے گئے، لوہے کی زرہ پہنا کر گائے کی کھال میں لپیٹ کر کڑکتی دھوپ میں لٹایا گیا، آگ کی مانند گرم پتھروں پر ٹھیک دوپہر کے وقت لٹا کر وزنی پتھر سینہ پر رکھا گیا، آہنی سلاخیں آگ میں گرم کر کے ان کے وجود باجود کو داغ دیئے گئے، گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر اوباش لونڈے شہر کے گلی کوچوں میں گھسیٹتے رہتے، مگر اس صبر و استقلال کے کوہ پیکر ان میں ذرا سی جنبش تک نہ آئی اور ہر حال میں اَحَد اَحَد وردِ زباں رہا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اس طفلِ نوآموز کی یہ روح فرسا و جاں گداز تکلیف دیکھتے تو صبر کی تلقین فرماتے۔

○ سیدنا صہیب رومیؓ گرفتار کر کے غلام بنائے گئے، منڈی میں بکنا قبول کیا، مشکیں کسی گئیں، کال کوٹھڑی میں قید کیے گئے، آب و دانہ بند کر دیا گیا، فاقوں پر فاقے تو برداشت کر گئے، مگر چشمِ فلک نے بھی یہ نظارہ دیکھا کہ ان کے پائے استقلال میں جنبش تک نہ آئی، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جو قلادہ گلے کی زینت بنایا تھا اُسے لمحہ بھر کے لیے بھی اتارنا گوارہ نہ کیا، بالآخر تختہ دار کو انتہائی مسرت اور خندہ پیشانی سے چوما اور جانِ عزیز جانِ آفریں کے حوالے کر دی مگر اسلام و ایمان کی عظمت پر دھبّہ نہ لگنے دیا۔

○ سیدنا خباب بن الارت تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دعوتِ توحید قبول کی تو قریش انہیں جلتے کوئلوں پر چت لٹا کر چھاتی پر ایک آدمی بٹھا دیتے تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں، آپ کے وجود باجود سے خون جذب کر کے آگ تو بجھ جاتی مگر کفارِ نابکار کے دل پھر بھی ٹھنڈے نہ ہوتے تھے، لیکن سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اذیت ناک سزا کے باوجود ایسے کامل الایمان اور یقینِ محکم کے مالک تھے کہ ان کا ایمان لمحہ بھر کے لیے بھی نہ ڈگمگایا۔

○ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید پر لبیک کہا تو ان کی والدہ نے بھوک ہڑتال کر دی اور قسم کھائی کہ جب تک وہ اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں نہ تو ان سے بات چیت کروں گی اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گی، تیسرے دن بھوک و پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئیں۔

لیکن سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور محبت کو ماں کی

عزت و محبت پر کب قربان کر سکتے تھے، انہوں نے والدہ سے بصد ادب و احترام کہا اگر تمہارے قالب میں ہزار جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے نکل جائے تب بھی میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے دامنِ عافیت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

○ سیدنا ابو فکیہہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں کفار ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دھوپ میں لٹاتے اور پشت پر وزنی چٹان رکھ دیتے، یہاں تک کہ دم بے ہوش ہو جاتے۔ امیہ ان کے پاؤں میں رسی ڈال کر لوگوں کو گھسیٹنے کی فرمائش کرتا، کبھی ان کا گلا گھونٹتا، مگر وہ صبر و استقلال کی چٹان بن کر ان روح فرسا تکالیف کو مردانہ وار برداشت کرتے رہے۔

○ سیدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ خوش نصیب خاتون ہیں جنہوں نے اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے جامِ شہادت نوش کیا۔ کفار نابکار انہیں کڑکتی دھوپ میں لٹا دیتے، اسی حالت میں ایک مرتبہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ان کے پاس سے ہوا تو آپ نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور جنت کی بشارت سنائی۔ پھر تو انہیں تمام تکالیف بھول گئیں اور وہ ماہیٔ بے آب کی طرح جنت کا انتظار کرنے لگیں، بالآخر ابو جہل بدبخت نے ان کے اندامِ نازک پر برچھی مار کر انہیں شہید کر دیا۔

○ ان کے شوہر سیدنا یاسر اور فرزندِ ارجمند سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی کفار کی اذیت ناک سزاؤں کی وجہ سے راہیٔ دار البقاء ہو گئے تھے۔

○ سیدہ زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عمرؓ کی کنیز تھیں، جب یہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئیں تو عمرؓ انہیں اس قدر مارتے کہ تھک ہار کر بیٹھ جاتے، ابو جہل بھی انہیں ستایا کرتا تھا۔ سیدہ زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان ہی شدائد و مصائب پر اپنی بینائی تو قربان کر دی مگر دینِ اسلام پر آنچ نہ آنے دی۔ مشرکینِ مکہ کہنے لگے لات اور عزیٰ نے زنیرہ کو اندھا کر دیا ہے، مگر وہ خدائے واحد کی پرستار عقیدۂ توحید میں اس قدر راسخ تھی کہ اس نے برملا کہا کہ لات اور عزیٰ کو تو اپنے پرستاروں کی بھی خبر نہیں، یہ تو محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور اگر میرا ربّ چاہے تو مجھے پھر سے بینائی کی نعمت سے سرفراز فرما سکتا ہے۔ پھر کفارِ مکہ نے قدرتِ خداوندی کا کرشمہ بچشم خود دیکھ لیا کہ اسی صبح کو آپ بینا ہو گئیں۔

مسلمان صحابہؓ پر کفار کی سفاکی اور بربریت کے یہ چند واقعات صرف نمونہ کے طور پر پیش کیے جا رہے ہیں، ورنہ ایسے دل آزار واقعات سے تاریخ کے اوراق لبریز ہیں، کفار نے جس بے رحمی اور سنگدلی کے ساتھ صحابۂ کرام رضؓ کو ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔ ایسی دلخراش داستان سنکر پتھر دل انسان بھی خون کے آنسو بہاتا ہے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ کفار کے بے پناہ مظالم اور جور و جفا کسی ایک صحابی کو بھی جادۂ ایمان سے نہ ہٹا سکے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

مطبوعات مؤتمر المصنفین ۲۶
کاروانِ آخرت
رشحاتِ قلم
مولانا سمیع الحق
مرتب
مولانا محمد ابراہیم فانی
مشاہیر علما، مشائخ، سیاسی زعماء، عالمی سیاستدانوں،
ادبا، شعراء اور اہم شخصیات کی وفات پر مدیر "الحق"
مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے تعزیتی تاثرات، شذرات اور تبصرے
مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور
پاکستان
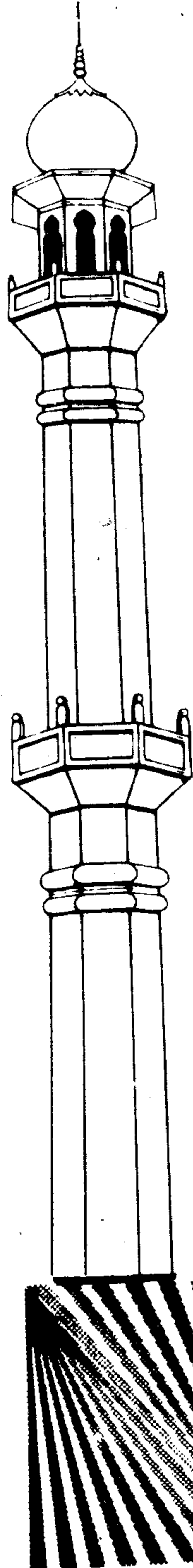
حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مدظلہ ۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند

# دارالعلوم دیوبند کے مجلس شوریٰ کی باضابطہ تعزیتی قرارداد

برادر مکرم و محترم، زید لطفکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
امید کہ مزاج بخیر و عافیت ہوں گے۔

ماہ صفر کے پہلے ہفتے میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور کے سانحۂ وفات کی خبر سنکر قلبی صدمہ ہوا۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز فرزند اور دارالعلوم کے سابق استاد بھی تھے۔ یہاں دارالعلوم میں اسی وقت مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا اور دعا مغفرت کی گئی۔

بندہ نے بھی اسی وقت ایک عریضہ کے ذریعہ اظہارِ تعزیت کیا تھا۔ امید کہ عریضہ ملاحظہ سے گذرا ہو گا۔ خدائے عز و جل مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

دارالعلوم کی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ صفر ۱۴۰۹ھ میں حضرت مرحوم کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اور مرحوم کے لئے دعا مغفرت کی ہے۔ منسلکہ تجویز تعزیت مجلسِ شوریٰ کی طرف سے ارسال ہے۔ بندہ کو ذاتی طور پر بھی شریک غم تصور فرمائیں۔ اور بندہ کی طرف سے بھی تعزیت مسنونہ قبول فرما کر شکر گذار فرمائیں۔

امید کہ دعوات صالحہ سے یاد فرماتے رہیں گے۔ والسلام

مرغوب الرحمٰن عفی عنہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

**تجویز تعزیت، منظورہ مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔ منعقدہ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ**

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے دلی رنج و افسوس کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پاکستان) کی وفات حسرت آیات کی خبر سنی۔

مرحوم و مغفور دارالعلوم کے دورِ قدیم کے ممتاز فاضل اور دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ اور بزرگان دیوبند کی یادگار تھے۔ آپ نے پاکستان اور افغانستان وغیرہ علاقوں میں علوم کتاب و سنت کی روشنی پھیلائی۔ اور دارالعلوم کے علمی و عملی فیضان کو جاری رکھا۔ آپ نے اکوڑہ میں دارالعلوم کے نمونے پر ایک مرکزی دینی تعلیمی و روحانی ادارہ قائم کیا جس سے ہزارہا علماء اور طلبہ نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ اور پاکستان و افغانستان میں علوم نبوت کے چشمے جاری ہوگئے

آپ نے درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے علاوہ اپنے پرواز قلم سے متعدد و بلند پایہ کتابیں کتاب و سنت وفقہ و تصوف کے موضوعات پر لکھیں جن سے عالم اسلام میں اہل علم و ارباب فکر نے استفادہ کیا۔

پاکستان میں وہاں کے پارلیمنٹری حلقوں میں آپ نے اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے علمی و عملی روح پھونکی اور پاکستان کے سیاسی حلقوں نے آپ کی رہنمائی میں نظام اسلام کے قیام کی راہ میں بیش قرار منازل طے کیں۔

آپ کا ماہنامہ " الحق " بھی آپ کی دینی و علمی سرگرمیوں کا امین ہے۔ جس سے پاکستان اور عالم اسلام میں علوم نبوت کے تشنگان سیراب ہوتے ہیں۔

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، آپ کے حادثۂ وفات کو اپنا جماعتی نقصان تصور کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہے کہ وہ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ اور آپ کے جانشین و فرزند مولانا سمیع الحق صاحب کو آپ کا صحیح جانشین بنائے اور جو اہم کام آپ تشنۂ تکمیل چھوڑ گئے ہیں۔ ان کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس حادثہ پر ان کو اور دیگر اہل خاندان اور تلامذہ و معتقدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) مرغوب الرحمٰن، مہتمم دارالعلوم دیوبند

# قطعہ تاریخ وفات و ملال

۱۹۸۸ء

او میر لشکر بحر العلوم عبدالحق — فخر زمن شیریں بیاں کو مردم ساز

۱۴۰۹ھ — ۱۹۸۸ء

او پیکر جود و سخا شیخ الحدیث — فقیہ حق بیں۔ استاذ العلماء کارساز

۱۹۸۸ء — ۱۴۰۹ھ

(محمد عبد معبود۔ راولپنڈی)

(ادارہ)

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے سانحۂ ارتحال پر

# ہمہ گیر سوگ اور عالمی تعزیت

**جناب حبیب الحق حقانی ہینڈا** والد ماجد شیخ الاسلام قائد شریعت و مہتمم مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کے اچانک انتقال کی خبر سنکر دل بحر غموم میں غرق ہو گیا۔ میری روشن دنیا اچانک اندھیر ہو گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس طرح اپنے شیخ کی تعزیت کروں۔

**جناب عبدالجلیل برمنگھم** مولانا صاحب کی وفات کا سنا، دل کو بہت صدمہ پہنچا بہت افسوس ہے لیکن سب کو اسی راستے پر چلنا ہے۔ سب کو میری طرف سے تسلی دیں، استادوں کو، طلبہ کو اور اہل خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ اور مولانا صاحب مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں۔ آمین

**صاحبزادہ محمد ظہور انگلینڈ** آج قاری خوشی محمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ قبلہ محترم جناب قبلہ گاہی صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تبارک و تعالیٰ قبلہ مولانا صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قبلہ محترم جناب مولانا صاحب میرے لئے اپنے والد بزرگوار سے کم نہ تھے۔ میں ہمیشہ قبلہ گاہی صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے حاضری دیا کرتا تھا۔

**پروفیسر امتیاز احمد** گذشتہ ماہ میں امریکہ میں تھا جب واپس لوٹا تو پتہ چلا کہ دنیائے علم پر ایک قیامت گذر چکی ہے۔ حضرت علامّہ مفسر قرآن، محدث دوراں، فقیہہ عالمؒ اور عالمِ بے بدل، بانی دارالعلوم حقانیہ، مبلّغ اسلام، محی سنّت اور محافظ ملّت مولانا عبدالحق حقانی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اس دارِ فانی سے کوچ فرما چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ ملک وملت بے پایاں و بے مثال ہیں۔ وہ پورے برصغیر اور بالخصوص سرزمین پاکستان میں علم دین اور اقدار دین کی فروغ و اشاعت اور ترویج و تعلیم کے محور تھے۔ تقریباً ایک صدی انہوں نے علوم دینیہ کا چراغ روشن کئے رکھا اور اسی چراغ سے لاکھوں چراغ روشن ہوئے اور ایک وسیع و عریض خطۂ ارضی آپ کے فیض بے پایاں سے منور ہوا۔ نہ صرف یہی بلکہ آپ کے ان چراغوں سے ہمیشہ چراغ روشن ہوتے رہیں گے اور یہ نور تا ابد پھیلتا چلا جائے گا۔ بلاشبہ ملت اسلامیہ ایک ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوئی ہے اور دنیائے علم میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جسے شاید کبھی پُر نہ کیا جا سکے۔

جناب عثمان جہانگیر۔ رنگون | ریڈیو پاکستان پر انتقال کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ رنگون کی بڑی مسجدوں میں انتقال کی خبر لکھوائی اور مغفرت کی دعا کروائی۔ تبلیغ کی شب گذاری والی تھیاں پے مسجد (جو برما کا تبلیغ کا مرکز) ہے۔ حضرت امیر صاحب مولانا حافظ محمد صالح مظاہری دامت برکاتہم نے تمام مجمع کو حضرت کی ذات گرامی سے تعارف کرا کے مغفرت کی دعا کی۔ عثمان جہانگیر بن یوسف احمد۔ رنگون (برما)

جناب ذاکر علی شاہ کویت | مولانا محترم جنہیں مرحوم و مغفور کہتے اور لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، کے متعلق کچھ لکھنا مجھ ناچیز کے بس کی بات نہیں۔ ان کی ذات گرامی کے متعلق کچھ کہنا اور لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو علم و بصیرت سے نوازا ہے۔ آپ موت و حیات کے فلسفے سے اچھی طرح واقف ہیں، میں کم فہم اور کم علم آپ سے کیا عرض کر سکتا ہے۔

مولانا محترم کی رحلت سے مجھے شدید صدمہ ہوا ہے۔ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد ہماری ان سے بڑی ڈھارس بندھی تھی۔ وہ نہ صرف ہمارے شفیق استاد، رہبر بلکہ روحانی طور پر بمنزلہ باپ کے تھے۔ والد محترم کے بعد ان کی رحلت پر میرے لئے صدمہ عظیم ہے۔

مولانا افتخار فریدی۔ انڈیا | اکتوبر کے میثاق میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی کے مضمون حضرت مخدوم مولانا عبدالحق صاحبؒ کی غم ناک وفات کی خبر معلوم کر کے دل بے چین ہو گیا۔ بڑی آرزو تھی کہ پاکستان حاضر ہو کر حضرت کی زیارت، ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ وائے محرومی حضرتؒ حضرت شیخ الہندؒ کی نسبت جہاد حضرت مدنیؒ کے ذریعہ حاصل کر چکا۔ سب سے بڑا میدانِ جہاد افغانستان میں قائم ہوا۔ اکوڑہ خٹک کی مبارک سرزمین جس کو حضرت سید احمد شہیدؒ کے جہاد کا پہلا شرف حاصل ہوا۔ اس انحطاط زوال امت کے سب سے بڑا گنج شہیداں کا میدان جہاد حضرتؒ کے شاگردوں کے ذریعہ قائم ہوا۔ اس وقت حضرت والا اپنے شہید شاگردوں کے ساتھ بدر و احد خندق کے شہدا کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ خدا کرے یہ نسبت عالی مدرسہ حقانیہ کے حضرات کو نوازتی رہے۔

صدر ضیاء الحق کی شہادت پاکستانی ملت کے ٹکڑوں کی صف آرائی کے بھیانک حال میں حضرتؒ کا تشریف لے جانا بڑا ہی الم ناک ہے۔

سیلاب، زلزلے، افتراقِ ملت کے لئے یہ وقت بڑے ابتلا کا ہے اگر جنگ کا عذاب آیا تو وہ ایٹمی ہوگا اس حالت میں مسلمانوں کی شہادت ایمان کی سلامتی پر منحصر ہے۔ اس وقت ہر ایک کو درد دِ رجاء والی دعاؤں میں لگ جانا چاہئے۔ حضرتؒ کے حالاتِ زندگی الحق میں یا سوانح کی شکل میں شائع ہوں تو مجھے بھیج دیجئے گا۔ اس کی قیمت اور ڈاک خرچ آپ کو ادا کر دوں گا۔

حضرت مولانا محمد زمان صاحب | حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات سے

نوازا تھا یہ انہیں کا حصہ تھیں۔ آپ کی پوری زندگی قال اللہ و قال الرسول میں بسر ہوئی۔ ہزاروں تلامذہ بلا واسطہ اور لاکھوں بالواسطہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے۔ مجاہدین افغانستان کے ساتھ دلی ہمدردی عملی حصہ اور مسلسل دعاؤں سے جہاد افغانستان میں لمحہ لمحہ شرکت اور الحاد و زندقہ کے ایوانوں میں حق کی آواز کو پہنچانا۔ دارالعلوم جیسی یونیورسٹی کا اہتمام اور مسندِ حدیث کو سنبھالنا۔ اور دوسرے دینی و ملی خدمات کا خوش اسلوبی سے سرانجام دینا آپ جیسے مردِ حق اور مرد مجاہد کا نصیبہ ہیں۔ آج وہ جن درجات عالیہ سے نوازے گئے ہوں گے ان کا تصور بھی انسانی عقل سے باہر ہے اللہ تعالیٰ موصوف مرحوم و مغفور کو کروٹ کروٹ اعلیٰ علیین میں رکھے۔

**مولانا قاضی منظور الحق الکوثری**

وما کان قیسٌ ھلکہ ھلک واحد، ولکنہ بنیان قوم تھدما

حضرت شیخ الحدیثؒ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے خصوصاً علم اور تواضع تو مولا کریم نے ان کی شخصیت میں جمع فرمادئے تھے اور یہی خصوصیت ان کو اقران و امصار پر بلندی مقامات پر لے گئی۔

مطالعہ سے معلوم ہے کہ حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ میں بھی سادگی بدرجہ اتم موجود تھی اور یہی بات حضرت شیخ الحدیث میں اپنے شیوخ کا پرتو تھا۔

ان حضرات کا یہی وصف تھا جو دوسرے علماء سے انہیں ممتاز کرتا ہے ؎ اولئك ابائی فجئنی بمثلہم، اذا جمعتنا یا جریر المجامع

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کا یہ رنگ اور شعار کارپردازان اور معلمین و متعلمین پر تا ابد قائم رکھے

**مولانا محمد اکرم کاشمیری جامعہ اشرفیہ لاہور** | حضرت مولانا ومقتدانا قبلہ شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ العزیز کی رحلت سے علمی دنیا میں جو عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے وہ تقریباً ناقابل تلافی ہے اور پھر مستزاد یہ کہ ہم روسیاہ ایک عظیم مربی مصلح اور شیخ سے محروم ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ حضرات پر اچانک ایک عظیم ذمہ داری کا بوجھ ہی نہیں پڑا بلکہ ایسے باپ جو یقیناً علم وعمل کا پہاڑ اور علوم ظاہریہ و باطنیہ کا بحر ذخار تھا کی شفقتوں سے بھی محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ کے نقش قدم پر چلنے اور نئی ذمہ داریاں سنبھالنے اور دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

**ظہیر میر ایڈوکیٹ** | اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خصوصی فضل وکرم سے مکمل صحت وتندرستی کے ساتھ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ آمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے جنازے میں لاتعداد عاشقان اور فرزندان توحید کے ہجوم میں آپ سے ملاقات نہ ہو سکی لیکن اپنے غم اور جذبات کو آپ تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے انتقال سے بہاں جسم کا روآں روآں تڑپ رہا ہے اور سمجھ نہیں آرہا کہ اس قحط الرجال کے دور میں اکابر کے اٹھ جانے کے بعد اب کیا ہو گا۔ محمد ظہیر میر ایڈوکیٹ۔ گوجرانوالہ

**نوریہ ویلفیئر سوسائٹی** | حضرت استاذی المحترم کی وفات حسرت آیات کی خبر اخبارات میں پڑھ کر صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس کی اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ گرچہ موت العالم موت العالم ایک ناقابل تلافی نقصان ہے مگر قادر ذوالجلال کا اٹل فیصلہ ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت (امیر احمد صدر النور کنڈیاں)

**مولوی مہر محمد میانوالوی** | اظہار حزن یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات سے بہت صدمہ ہوا۔ نہ صرف آپ کے سر سے سایۂ رحمت اٹھ گیا بلکہ ہم سب متوسلین دیوبند یتیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آں جناب کی بال بال مغفرت فرمائے ان کی دینی وعلمی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اللھم اغفرلہ وعافہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ ادخلہ الجنۃ بغیر حساب

**کسان بورڈ پنجاب** | شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی وفات، کافی نقصان ہے۔ ان کی وفات کی خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد مرحوم ومغفور کی مغفرت فرمائے ان کے درجات میں بلندی فرمائے ان کے زندگی بھر کے کام کو جاری رکھے۔ اور آپ کی خصوصی مدد فرمائے۔ افغان جہاد میں مولانا صاحب مرحوم کے تربیت یافتہ مجاہد بڑی تعداد میں سرگرم جہاد ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور اسلامی انقلاب کے نقیب اٹھتے جا رہے ہیں۔ خرد مندوں کو اس طرف سوچنا چاہیے (محمد رمضان ایڈوکیٹ صدر کسان بورڈ ڈیرہ غازی خان)

جناب سرور میواتی - لاہور

# ارتحال

## استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ

انتقالِ شیخ عالی جاہ عبد الحقؒ کا تذکرہ جب مجلسِ احباب میں ہونے لگا
فرطِ غم سے بے تحاشہ ہر بشر رونے لگا دفعتہً اک مردِ حق آگاہ نے آ کر کہا
تم یہاں پر بیٹھ کر اے غافلو روتے ہو کیا
شیخ عبد الحقؒ تو جنّت میں جا داخل ہوا

ذکر پھر جب آپ کے اوصاف کا ہونے لگا ہر کسی نے اپنا اپنا عندیہ ظاہر کیا
آپ کو خضرِ ہدایت کوئی بتلانے لگا اور کسی نے پیرِ کامل عالمِ جیّد کہا
کوئی کہتا تھا فقیہہ و محرمِ عرفانِ حق
کوئی بتلاتا تھا مردِ صالح و برہانِ حق

کوئی بولا آپ تھے گنجینۂ رشد و ہدیٰ معدنِ جود و سخا و مخزنِ صدق و صفا
کوئی بولا حق پرست و حق نگر حق آشنا عارفِ کامل کسی نے سر بکفِ غازی کہا
مختصر قصّہ نشانِ عالمِ ماضی تھے آپ
حکمت و حکمِ قضا و قدر پر راضی تھے آپ

آپ سن اُنّیس سو ستّر (۱۹۷۰) میں ایم این اے بنے سن ستّتر میں دوبارہ منتخب ممبر ہوئے
سن پچاسی (۸۵) میں بھی جب کہ آپ کچھ بیمار تھے چارپائی پر ہی ممبر بن گئے لیٹے ہوئے
آپ کا مقبول تھا کیسا عوامی رابطہ
آپ کے در تک کھلا تھا ہر کسی کا راستہ

ہے نشانی آپ کی حقانیہ دارالعلوم　　گونج رہی ہے جس کے نظم و ضبط کی عالم میں دھوم
علم والوں کا یہاں ہر وقت رہتا ہے ہجوم　　اس جگہ آتی ہیں رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم
حق تعالیٰ نے کیا مدرسہ ایسا پسند
بن گیا یہ ثانیِ دارالعلوم دیوبند

علم اور دیں کے ہی حلقوں میں نہ تھا ان کا اثر　　عہدِ حاضر کی سیاست پر بھی تھی ان کی نظر
خدمتِ دیں کے لئے روز و شب و شام و سحر　　مستعد پائے گئے ہر وقت بے خوف و خطر
عالمی شہرت کے لاریب و گماں حامل تھے آپ
واقعی ایل ایل ڈی اعزاز کے قابل تھے آپ

آپ فرماتے تھے گرچہ ہوں پیر و ناتواں　　دین کی خاطر مجھے پڑے چلو جاہو جہاں
راہِ دیں میں کام آجائیں جو میرے جسم و جاں　　دونوں عالم میں یقیناً ہو گیا میں کامراں
حبّذا کیسے سعادت مند و خوش قسمت تھے آپ
عہدِ حاضر میں خدائے پاک کی نعمت تھے آپ

ممبری کے دور میں جو خدمتیں انجام دیں　　عہدِ حاضر میں مثال اس کی نہیں ملتی کہیں
یورشِ بطلان سے زنہار گھبرائے نہیں　　بے جھجک ایوان میں آیات قرآنی پڑھیں
قول قال اللہ سے ایوان سجا کر رکھ دیا
برق بن کر خرمنِ باطل جلا کر رکھ دیا

کس طرح سے ہو احاطہ آپ کے اوصاف کا　　چہرۂ انور تھا پرتو شیشۂ شفاف کا
خُلقِ اعلیٰ تھا نمونہ ہو بہو اسلاف کا　　تھا بہت مضبوط ان سے سلسلہ احناف کا
وارثِ علمِ رسالت، پیکرِ ایثار تھے
منطقی عالم مفسّر صاحبِ اسرار تھے

آپ کے دم سے چڑھی پروان تحریکِ جہاد　　ہر جگہ ہوتے چلے جاتے ہیں غازی بامراد
ہر جگہ پر ہو رہا ہے سرخ لشکر نامراد　　اتحادِ غازیانِ شیر مرداں شاد باد
روس اب ہر سُو شکستِ فاش سے دوچار ہے
بدحواسی میں نجیب اللہ کی سرکار ہے

مسلکِ احناف کو بالا کیا "الحق" نے　　مُنہ دروغ و کذب کا کالا کیا الحق نے
بند مُنہ مرزائیت کا کر دیا الحق نے　　شیعیت کے بھی دُرے چھکے چھڑا الحق نے
مغربی تہذیب کا چاک پردہ کر دیا
ہر فریبی صاف چورلے ہے ہیں ننگا کر دیا

جو مجاہد لڑ رہے ہیں خطۂ افغان میں　　مَر رہے ہیں، مارتے ہیں جنگ کے میدان میں
ذٰلِکُم خَیرٌ لَّکُم آیا ہے جن کی شان میں　　ہو رہی ہے جس سے پیدا تازگی ایمان میں
یہ سراسر آپ کے اخلاص کا فیضان ہے
کفر ہے مغلوب، غالب قوتِ ایمان ہے

جانشینی کا شرف پایا سمیع الحق نے　　مستحق ہیں درحقیقت آپ ہی اس حق کے
آپ نے بھی طے کئے ہیں باپ جیسے مرحلے　　زندگی گزری ہے مشفق باپ کے سایہ تلے
آپ میں پایا گیا عزمِ جواں مرحوم کا
اس لئے لیں گے اٹھا بارِ گراں مرحوم کا

آپ نے دیں جو نفاذِ شرع میں قربانیاں　　تاقیامت یاد رکھیں گے انہیں پیر و جواں
مجمعِ ایوان میں دیتے رہے کھل کر اذاں　　اس طرح جاری رہیں تبلیغ کی سرگرمیاں
عزم و ہمت کا دھنی جب قافلہ سالار ہو
قوم کا سرورؔ بھلا پھر کیوں نہ بیڑا پار ہو

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب

# عقیقہ کی مشروعیت کا فلسفہ

احکام شرعیہ کی مشروعیت میں بعض حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ عقیقہ کی مشروعیت اور ساتویں دن کی رعایت کی بعض حکمتیں علماء نے بیان کی ہیں۔ نفس مشروعیت کی حکمتوں اور فلسفوں کی طرف فیلسوف اسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ:-

| | |
|---|---|
| و کان فیہا مصالح کثیرۃ راجعۃ الی المصلحۃ الملیۃ و المدنیۃ والنفسیۃ فابقاھا النبیؐ و عمل بہا ورغب الناس فیہا۔[1] | عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں جن کا تعلق مصالح نفسیہ مدنیہ اور ملیہ سے تھا۔ ان مصالح کی وجہ سے رسول اللہؐ نے اس کو باقی رکھا۔ خود بھی اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی اس کی رغبت دلائی۔ |

عقیقہ کے فوائد سے متعلق حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

۱۔ (ایک فائدہ تو یہ ہے) کہ (معاشرہ میں) بچے کا اپنے سے نسب کا متعارف کرانا ایک ضروری امر ہے تاکہ معاشرہ والوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ لڑکا فلاں شخص کا بیٹا ہے۔ تاکہ معاشرہ میں کوئی شخص اس کے متعلق ناپسندیدہ بات نہ کہہ سکے۔ اس کے تعارف کے لئے ایک صورت یہ بھی تھی کہ یہ شخص خود گلیوں اور کوچوں میں پکارتا رہے کہ میرا بچہ پیدا ہوا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ بات ناگوار تھی۔ اس لئے جب عقیقہ والوں کو عقیقہ پر بلائے۔ یا لوگوں کے پاس گوشت بھیجا جائے تو اس عقیقہ کی وجہ سے لوگوں کو معلوم ہوجائے گا کہ اس شخص کے ہاں بچہ یا بچی پیدا ہوئی ہے۔

۲۔ عقیقہ کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان میں سخاوت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ بخل اور کنجوسی جیسی مذموم صفت سے بچنے کی ایک تدبیر ہے جو انسان کی خوبی شمار ہوتی ہے۔

عقیقہ کا مذہبی اور ملّی فائدہ | عقیقہ کے مذہبی اور ملی۔ فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس میں ملت ابراہیمی سے تعلق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کے ہاں بچہ پیدا ہونے پر زرد رنگ کے پانی میں اس کو رنگ دیا جاتا ہے

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲۔ ص ۱۴۳

جس کو اپنے ہاں لوگ "معمودیہ" (بپتسمہ) کہتے ہیں، اور اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

صبغۃ اللّٰہ و من احسن من اللّٰہ صبغۃ و نحن لہ عبدون [1] — ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا ہے اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے اور ہم تو اسی اللہ کے پرستار ہیں۔

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہوا کہ مسلمان اپنی نسبت ملت ابراہیمی سے واضح کرے۔ مسلمانوں کے عام معاشرتی افعال میں ایسے طریقے ہونے چاہئیں جس سے ملت ابراہیمی کا تعلق معلوم ہوتا ہو۔ ملت ابراہیمی میں یہ متعارف تھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی جگہ ایک دنبہ ذبح کیا تھا۔

علاوہ ازیں مشہور افعال میں سے حج بھی ہے جس میں ذبح کرنا اور بال منڈوانا ہے۔

تو عقیقہ کرنے سے ملت ابراہیمی کے ان متعارف افعال اور امور سے نسبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مذہبی تعلق کے مظاہرہ کے لئے ایک عظیم صورت ہے۔ ایک اہم (نکتہ) یہ بھی ہے کہ اس میں تابعداری اور انقیاد کا ایک نمونہ ہے۔ کیونکہ بچے کی پیدائش پر اس عقیقہ سے ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ اس نے اپنا یہ بیٹا ہی اس کے دربار میں پیش کیا جو اتباع اور فرمانبرداری کی معراج ہے۔ [2]

عقیقہ کرنے میں ایک نکتہ اور راز یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنا بچہ بڑا پیارا ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش پر والدین کو نہایت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ مستقبل کی امیدوں کے سوچ و فکر سے گھر کا ہر فرد خوشی کی وجہ سے اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ ہر ایک کا دل فرح و سرور سے لبریز ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ بطور تشکر کچھ تصدق ہو اور تصدق کی بہترین صورت یہ قربانی یعنی عقیقہ ہے [3]

عقیقہ کے فوائد میں سے اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ عقیقہ کا گوشت فقراء اور مساکین دوستوں اور رشتہ داروں کو کھلانے سے پیٹ بھر کر طبعی طور پر ان کے دلوں سے دعائیں نکلیں گی جس سے بچہ کا مستقبل روشن ہوگا۔ ان دعاؤں کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

**تسبیع کی رعایت کا فلسفہ** یہ بات ثابت ہے کہ عقیقہ میں بہتر یہ ہے کہ یہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں "اگر بچہ کی پیدائش کے وقت یہ ضروری قرار دیا جائے تو ممکن ہے کہ اس سے بچے کے والدین کو تکلیف ہو۔ کیونکہ ایک تو لوگ بچے اور اس کی ماں کی خبر گیری میں مصروف اور مشغول رہتے ہیں ایسے وقت میں ان کو عقیقہ کا حکم کرنا شاید زیادہ بوجھ نہ بنے۔ علاوہ ازیں ایسے اوقات میں کبھی کبھار حیوان ملنے میں بھی دشواری ہوتی ہے فوراً لزوم کی صورت میں گھرانہ ان تمام مشکلات سے دوچار ہوگا۔ اس لئے مسنون یہ رہا کہ عقیقہ ساتویں دن ہو۔ جس کے لئے ایک ہفتہ قابل اعتماد مدت ہے [4]

[1] سورہ بقرہ [2] حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۲ ام ، ۴۰۳ [3] الذبائح فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۲۸۳
[4] حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۴۱۴

پی۔این۔ایس۔سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔
پی۔این۔ایس۔سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

**قومی پرچم بردار جہازراں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے**

PNSC 2 88 PID - Islamabad PARAGON

# نئی کارمینا نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُر تاثیر

انسان کی تن دُرستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظامِ ہضم درست نہ ہو تو دردِ شکم، بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرانی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جُزوِ بدن نہیں بنتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدرد کی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نباتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدرد کی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیق و تجربات کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے نئی کارمینا

کوپودینے کے جوہر اور دیگر مفید و مؤثر اجزا کے اضافے سے زیادہ قوی، پُرتاثیر اور خوش ذائقہ بنا دیا گیا ہے۔
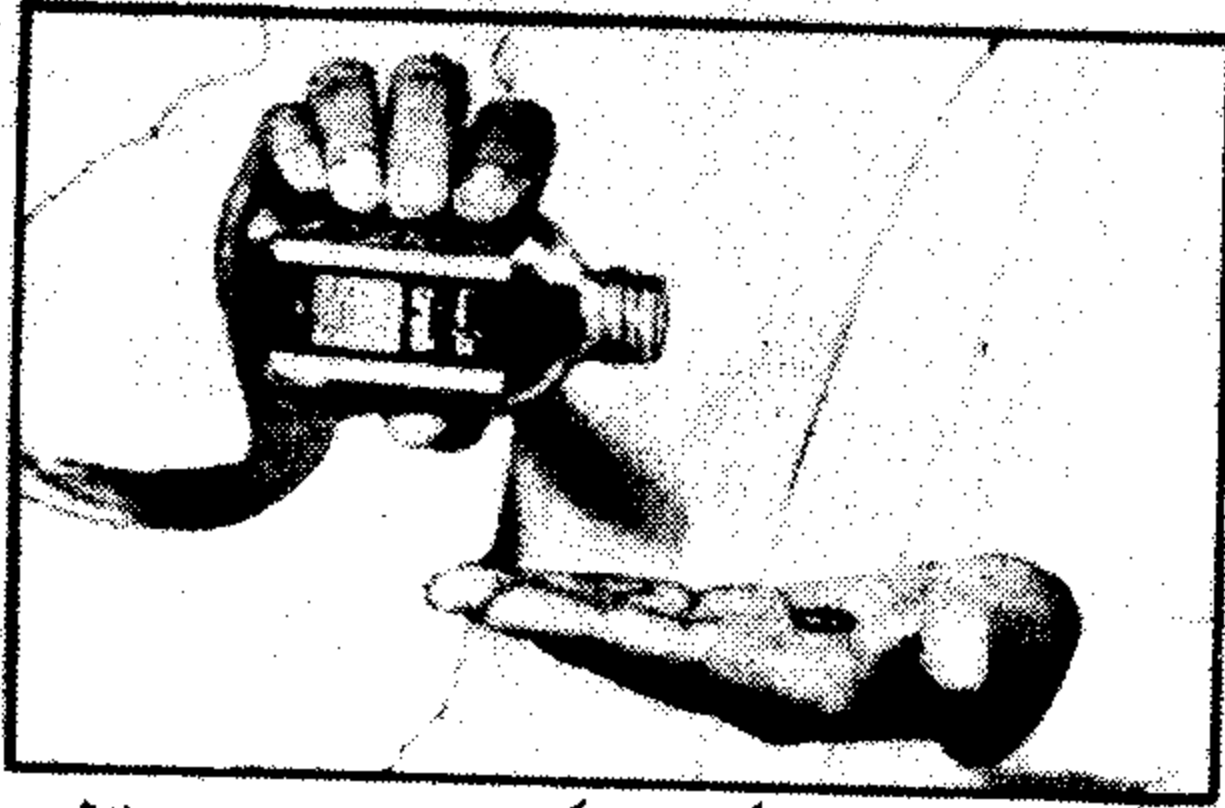
نئی کارمینا نظامِ ہضم کو بیدار کرنے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظّم و دُرست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

بچّوں، بڑوں سب کے لیے مفید

ادارہ اخلاق
تحقیق روحِ تخلیق ہے

Adarts

CAR- 4/88

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے)
آ پہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں
یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں
جوق جوق داخل ہوتا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح
و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی
درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ
قبول کرنے والا ہے۔

When Allah's succour and the triumph cometh:
And thou seest mankind entering the
religion of Allah, in troops, then
hymn the praises of thy Lord,
and seek forgiveness of
Him. Lo! He is ever
ready to show
mercy.
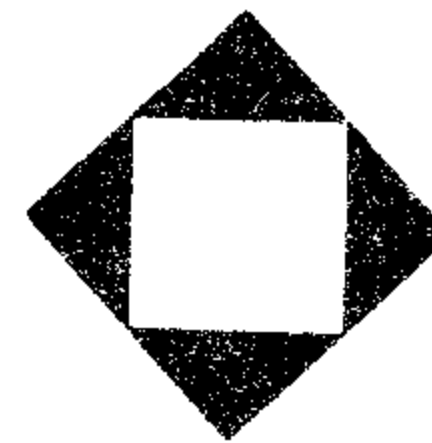
# ہم آپ ہی کی بہتر خدمت کے لئے آپکا تعاون چاہتے ہیں۔

## نامزدگی

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں نامزدگی کا اندراج کرادیا ہے ؟ اگر نہیں تو مہربانی کر کے اب جلد کروادیں۔

## پالیسی کی تفویض

جب پالیسی کسی کے نام تفویض کی جاتی ہے تو سابقہ ورثار کی نامزدگی منسوخ ہوجاتی ہے۔ اگر پالیسی دوبارہ آپکے حق میں منتقل ہوتو ورثار کی نامزدگی ازسرنو کرانا نہ بھولئے۔

## مقررہ مدّت میں واجب الادا پریمیم کی ادائیگی

اسٹیٹ لائف کی طرف سے ادائیگی کی یاددہانی باقاعدہ طور پر کرائی جاتی ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ کبھی کسی وجہ سے آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اس لئے ادائیگی کی مقررہ تاریخ یاد رکھئے اور اپنا پریمیم ہمیشہ وقت پر، اور بہرصورت رعایتی مدّت کے اندر ادا کردیجئے۔

## پریمیم کی ادائیگی کا طریقہ

رسید بلاتاخیر حاصل کرنے کیلئے اپنا پریمیم اپنے علاقائی دفتر کو بذریعہ رجسٹری ڈاک، چیک کی صورت میں بھیجئے۔ چیک اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان ہی کو قابلِ ادائیگی ہونا چاہیئے۔

## پتہ کی تبدیلی

پتہ تبدیل ہونے کی صورت میں اپنے علاقائی دفتر کو مطلع کرنا نہ بھولئے اور تمام مراسلات میں اپنا پالیسی نمبر ضرور لکھئے۔

## عُمر کا اندراج

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں عُمر کا اندراج کرالیا ہے ؟ اگر نہیں تو براہِ مہربانی فوری اندراج کرائیے۔

اگر آپ کو ۱۵ دن کے اندر مراسلے کا جواب نہ ملے تو حسب ذیل پتے پر مطلع کریں۔

ایگزیکیٹو ڈائریکٹر (پی ایچ ایس)
اسٹیٹ لائف
انشورنس کارپوریشن آف پاکستان
پرنسپل آفس، پی۔ او۔ بکس نمبر ۵۷۲۵، کراچی